

جز نام نیک چون جہان یادگار
حیف است بر کسی کہ نہ اونکا نام ...

علاؤ الدین خلجی کے فاتح قدم نہین معلوم کس مبارک گھڑی مین ...
... ف اوٹھے تھے کہ گو اسلامی حکومت کے آثار ہندوستان کے بڑے حصے سے ...
... ہوتے جاتے ہین لیکن ابھی تک یہان ایک کروڑ سے زیادہ مخلوق بادشاہ اسـ...
... کے حفظ و حمایت اور اسلامی جھنڈے کے سایہ مین عیش و عشرت سے زندگی بسر کرتی ...
اس چھوٹے سے خطے کی تاریخ [illegible] نظر قدرتی ...
عجیب سا نظر آتا ہے۔ ابتدا سے وسط ہند کے [illegible] پہاڑون [illegible]
... نے اس ملک مین خود مختار حکومتون کے قایم ہونے کی صلاحیت پیدا کر دی تھی
شمالی ہندوستان پر سرداران آریہ کی چڑھائی اور تصرف ہوا تو ایک صدی ...
... کن اونکی دستبرد سے محفوظ رہا۔ مگر جب اونکی حکومت وہان خوب جمگئی تو اسطرف توجہ کی
لیکن اوس توجہ کا بھی فقط یہ نتیجہ ہوا کہ راجپوت راجاؤن کی چند خود مختار حکومتین جو شمالی ہند
کے کسی راجہ کی دست نگر تھین قایم ہوگئین (۱)۔ اسیطرح مسلمانون نے اپنی مستقل حکومت شمالی ...

(۱) فلیٹ راجایان کہنری۔

ہندوستان مین قایم کرنے کے ایک صدی بعد تک دکن کا رُخ نہین کیا لیکن جب علاؤ الدین خلجی کی بیقرار پرحوصلگی نے شمالی و شرقی و غربی ہندوستان کی حکومت کو تنگ سمجھکر اُس ملک پر زبردست حملے کئے تو دکن سلطنتِ دہلی کا ایک صوبہ ہوگیا - مگر بُعد مسافت اور رستے کی دشوار گذاریون نے پچاس ساٹھ برس ہی مین اُس شہنشاہی تعلق کا خاتمہ کر دیا اور سلطان علاؤ الدین حسن گنگو بہمنی (۱) نے ایک زبردست خودمختار سلطنت قایم کی جو ایک سو پچاس برس تک قایم رہنے کے بعد پانچ آزاد حکومتون (۲) مین تقسیم ہوئی اور جب سلاطین مغلیہ کی

---

(۱) علاؤ الدین حسن گنگو بہمنی کا اصلی نام حسن اور قوم کا افغان تھا - ابتدا مین وہ ایک برہمن گنگو نامی کا ملازم یا غلام تھا جو اوسکی بہت قدر کرتا تھا اور جسنے اوسکی آیندہ عظمت کی نسبت پیشین گوئی کی تھی - سلطان محمد تغلق کے زمانے مین وہ سپاہی کے درجے سے سرلشکری کے مرتبہ پر پہونچا اور آخرکار محمد تغلق کے جنون آمیز ظلم و ستم کی وجہ سے اوس نے ۱۳۴۷ء مین بغاوت کرکے ایک جدید خودمختار سلطنت کی بنیاد ڈالی اور اپنے قدیم سرپرست برہمن کی شکرگذاری کے خیال سے الفاظ "گنگو بہمنی" کو اپنے نام کا جزو بنایا - مناسب ہوگا کہ اس مقام پر بغرض آسانی خاندان بہمنیہ کے کل بادشاہون کے نام معہ سنہ جلوس و وفات لکھہ دیئے جائین -

نام بادشاہ	سنہ جلوس	سنہ وفات
علاؤ الدین حسن گنگو بہمنی -	۱۳۴۷ء	۱۳۵۸ء
محمد شاہ اول	۱۳۵۸ء	۱۳۷۵ء
مجاہد شاہ	۱۳۷۵ء	۱۳۷۸ء
داؤد شاہ	۱۳۷۸ء	۱۳۷۸ء

---

(۲) پانچ سلطنتین جن مین سلطنت بہمنیہ تقسیم ہوئی حسب ذیل تھین -

(۱) عادل شاہیہ بیجاپور (۲) نظام شاہیہ احمدنگر (۳) قطب شاہیہ گولکنڈہ (۴) عماد شاہیہ برار

(۵) برید شاہیہ بیدر -

حوصلہ مندی نے بیہم حملون کے بعد ان خود مختار سلطنتون کو خاک مین ملایا تو اوس کا صرف یہہ نتیجہ ہوا کہ پچاس ساٹھ برس تک شاہان دہلی سے ایک ضعیف تعلق باقی رہا اور اوسکے بعد پھر وہی قدیمی حالت قایم ہوگئی ۔۔

دکن کی خود مختار سلطنتونکی تاریخ

دکن کی ان خود مختار حکومتون کی تاریخ غور سے دیکھی جاے تو بادشاہان اولوالعزم کو چھوڑکر صرف ایک ایسا شخص(۱) نظر آتا ہے کہ گو وہ وقت سلطان

بقیہ حاشیہ ص (۲)

نام بادشاہ	سنہ جلوس	سنہ وفات
محمود شاہ اول	سنہ ۱۳۷۸ء	سنہ ۱۳۹۷ء
غیاث الدین	سنہ ۱۳۹۷ء	سنہ ۱۳۹۷ء
شمس الدین	سنہ ۱۳۹۷ء	[illegible]
فیروز شاہ	سنہ ۱۳۹۷ء	سنہ ۱۴۲۲ء
احمد شاہ اول	سنہ ۱۴۲۲ء	سنہ ۱۴۳۵ء
علاؤ الدین ثانی	سنہ ۱۴۳۵ء	سنہ ۱۴۵۷ء
ہمایون شاہ ظالم	سنہ ۱۴۵۷ء	سنہ ۱۴۶۱ء
نظام شاہ	سنہ ۱۴۶۱ء	سنہ ۱۴۶۳ء
محمد شاہ ثانی	سنہ ۱۴۶۳ء	سنہ ۱۴۸۲ء
محمود شاہ ثانی	برائے نام سنہ ۱۴۸۲ء	سنہ ۱۵۱۸ء
احمد شاہ ثانی	سنہ ۱۵۱۸ء	سنہ ۱۵۲۰ء
علاؤ الدین ثالث	سنہ ۱۵۲۰ء	سنہ ۱۵۲۲ء
ولی اللہ	سنہ ۱۵۲۲ء	سنہ ۱۵۲۶ء
کلیم اللہ	سنہ ۱۵۲۶ء	×

(۱) چونکہ یہہ مضمون مختصر ہے اس لئے جابجا اسناد کے حوالہ کی ضرورت نہین معلوم ہوتی صرف

نہ تھا لیکن ریگ زمانہ پر اوسنے ایسے پایدار نقش پا چھوڑے ہین کہ آجتک نمودار اور بھولے بھٹکون کو راہ بتا رہے ہین۔ اس شخص کی ذات بہت سی عمدہ صفات سے متصف تھی مجلس شوریٰ مین بیدار مغز مشیر۔ میدان جنگ مین جنگ شن مدبر جنرل۔ علما مین عالم باعمل۔ فقرا مین صوفی صافی نہاد۔ اور دنیاداروں مین ایک کامیاب دنیادار تھا۔ یہہ شخص صرف دکن کی تاریخ مین فرد ہے بلکہ تاریخ اسلام مین بھی بہت کم ایسے اشخاص ملتے ہین جن کی ذات اتنی اعلیٰ صفات کا مجموعہ ہو۔ ایسے شخصون کے کا نامے اور حالات زندگی آیندہ نسلون کے لئے ایک بیش بہا میراث ہوتے اور پرجوش نوجوانون کی رگونمین تازہ خون دوڑانے کے لئے تازیانہ ہدایت کا کام کرتے ہین۔ گو اوس کے ہمعصرون نے اوسکا نام اور اوسکی خوبیونکی یاد قایم رکھنے کی کوشش سے غفلت نہین کی اور اوسکی زندہ مگر خاموش یادگارین ابھی تک صفحۂ ہستی پر موجود ہین لیکن اس زمانے مین جبکہ مسلمانونکو اپنے اسلاف کی خوشگوار داستانونمین لطف آنے لگا ہے افسوس ہے کہ کسی شخص نے خواجہ عماد الدین محمود گاوان کی سوانح عمری کیطرف توجہ نہین کی۔

عماد الدین محمود گاوان کا وزراء دکن بلکہ ہند مین وہی مرتبہ ہے جو وسط ایشیا کے وزیرون مین خواجہ نظام الملک کا ہے۔

حاشیہ صفحہ (۳) اس مقام پر لکھہ دیا جاتا ہے کہ یہ مضمون تاریخ فرشتہ اور مآثر برہانی۔ اور کرنل میڈ وزٹیلر کی کتاب آرکیٹکچر آف بیجاپور اور گرانٹ ڈف کی تاریخ مرہٹہ پر زیادہ تر مبنی ہے اور جہان کہین اور کسی کتاب سے مدد لی گئی ہے اوسکا نام لکھدیا گیا ہے۔

محمود گاوان کا خاندان اور ابتدائی حالات

خواجہ عماد الدین محمود گاوان کے اجداد شاہان گیلان کے وزراء مین داخل تھے اور اون مین سے ایک شخص نے اپنی ذاتی کوششون اور قابلیت کی بدولت رشت کی بادشاہی حاصل کی تھی اور یہ خود مختار حکومت اوسکے خاندان مین شاہ طہماسپ صفوی والی ایران کے زمانہ تک جس نے اوسکا خاتمہ کیا قایم رہی۔ محمود گاوان قریہ قاوان مین جو علاقہ گیلان مین ہے ۸۱۳ھ مطابق ۱۴۱۱ء مین پیدا ہوا اور اسی وجہہ سے عرف عام مین گاوان کے لقب سے مشہور ہوا۔ اوس کے باپ کا نام خواجہ محمد تھا[1] اور اوس کا چچا خواجہ شمس الدین امیر محمد والی گیلان کا وزیر تھا۔ ابتدائی عمر مین محمود گاوان نے اپنے رشتہ دارون کی شفقت آمیز نگرانی مین وطن ہی مین تعلیم پائی اور اسمین شک نہین کہ اوس زمانے کے لحاظ سے اوسکی تعلیم اعلیٰ درجہ کی ہوئی تھی۔ اور جب سن شعور کو پہونچا تو کاروبار ریاست مین اپنے چچا کو مدد دینے لگا اور رفتہ رفتہ امور سلطنت مین بہت دخیل ہو گیا۔ چند سال کے بعد محمود گاوان مکہ معظمہ چلا گیا اور اوسکے دو برس بعد اوسکا چچا خواجہ شمس الدین بھی ہجرت کرکے حجاز کو روانہ ہو گیا اور اپنے بیٹے خواجہ محمد کو اپنا جانشین کر گیا۔ مگر خواجہ محمد کی ناتجربہ کاری کی وجہہ سے وہی فتنے اور فساد کھڑے ہو گئے جو ایشیائی سلطنتون مین ہمیشہ حکومت کی کمزوری کی وجہہ سے کھڑے ہو جایا کرتے ہین۔ یعنی ایک شخص حاجی محمد قندہاری جو محمود گاوان کا دست گرفتہ تھا سپہ سالاری کے درجہ پر پہونچا اور ایک دوسرا شخص

[1] ریاض الانشاء

شیخ علی نامی جو اُس کے خاندان کا تربیت یافتہ تہا وزیر ہو گیا۔ اور دونون شخص میر محمد پر
اس قدر حاوی ہو گئے کہ اون کے مقابلے مین کسی کی نہ چلتی تھی۔ اونہون نے بادشاہ کے
مزاج مین دخیل ہو کر سب سے پہلے اپنے محسنون کے خاندان کی تباہی کو اپنے استقلال کا ذریعہ سمجھا
یہہ حالت دیکھکر خواجہ محمد بہاگ کر اپنے باپ کے پاس مکہ معظمہ چلا گیا اور خواجہ محمود گاوان بھی
وطن مین جا امن نہ پا کر ترک وطن پر مجبور ہوا۔ اور گو بادشاہان عراق و خراسان نے وزارت
کی ترغیب دی لیکن اوسکی عالی ہمتی نے قبول نہ کر کے تجارت کو کسب معاش اور ربع مسکون کی سیر کا
ذریعہ بنایا۔ میلان طبعی کی وجہہ سے جسکو شوق جستجوی کمال نے اور بہی پختہ کر دیا تہا دوران
سفر مین جہان کہین اوسکا گذر ہوتا تھا علما و مشائخین کی صحبت سے فائدہ اور اونکی ہمکلامی سے لطف
اوٹھاتا اور کاروبار تجارت کی ترقی دینے مین کوشش کرتا تھا اسیطرح اوس نے بہت سے ملکون کی سیر
اور وہان کے مختلف رسوم رواج سے واقفیت حاصل کی اور چونکہ بچپن ہی سے ہند کے اموال نفیسہ صنایع
غریبہ۔ امراء دولتمند مشایخ کبار اور سلاطین اولو العزم کی تعریف سنتا تھا اس لئے جب اوسکا سن
چالیس برس سے متجاوز ہوا تو خلیج فارس سے ہندوستان کا ارادہ کیا۔ اور ۸۵۷ھ مین بندر دابھول[1] مین
داخل ہوا سب سے پہلے اوس کے قدم محمد آباد بیدر کی طرف بڑہے جو اوس زمانہ مین شاہان
بہمنیہ کا دار السلطنت اور شاہ محب اللہ کرمانی کا مسکن تہا۔ شاہ محب اللہ کرمانی کے مشہور

---

(۱) دابھول کوکن میں ایک بندر ہے جو اب ضلع رتناگری میں ہے —

ولی شاہ نعمت اللہ کے پوتے تھے جو اپنے زمانہ مین وسط ایشیا دسے لیکر ہندوستان تک کی خوش اعتقادی کا مرکز تھے۔ احمد شاہ ولی بہمنی کو اون سے خاص اعتقاد تہا اور اس لئے گو شاہ نعمت اللہ نے ترک وطن قبول نہ کیا مگر اونکی اولاد نے بادشاہ کی خوش اعتقادی کو اعلی مراتب کا زینہ سمجھکر ہند کو اپنا وطن بنا لیا چنانچہ شاہ محب اللہ اور اون کے بہائی حبیب اللہ کو بادشاہ کی دامادی کی عزت حاصل ہوئی۔

دکن کی بیرونی اور اندرونی حالت

جسوقت خواجہ عماد الدین محمود گاوان نے بیندرو ابہول مین قدم رکھا ہے اوسوقت ہندوستان کی ایک خاص حالت تھی۔ دہلی مین لودیون کی حکومت قایم ہوچکی تھی اور گو کہ وہ کل ہندوستان کی سلطنت کے مدعی تھے لیکن اونکی اطاعت صرف اضلاع شمال و مغرب و پنجاب پر محدود تھی۔ جونپور مین سلاطین شرقی آزادی کے نقارے بجا رہے تھے مغرب مین راجپوتانہ کے راجہ خود مختاری مین مست تھے۔ گجرات مین آل مظفر کی حکمرانی تھی وسط ہند مین خاندان فاروقیہ کا خاندیس مین اور خانوادہ خلجیہ کا مالوہ مین زور تھا اور دکن مین سلاطین بہمنیہ کا تسلط تھا یہہ تو اسلامی سلطنتین تہین۔ اِنکے علاوہ ہندوؤنکی ایک قوی سلطنت بیجانگر مین قایم تھی جسکی حکومت تمام ساحل ملابار و کوکن پر دریاے کرشنا کے جنوبی کنارہ تک پھیلی ہوئی تھی اور ساحل کارومنڈل کیطرف رایان اوڑیسہ حکمران اور اولوالعزمی سے حکومت دکن کے وعویدار تھے۔ غرضکہ ہندوستان کے اوسوقت متعدد ٹکڑے اور ہر ٹکڑے مین ایک خود مختار سلطنت تھی جو دوسری سلطنتون کو اپنا رقیب

اور ترقی کا مزاحم سمجھکر اون کے استیصال کی فکر مین رہتی تھی - سلاطین بہمنیہ کی حالت سب سے خطرناک تھی جنوب مین بیجانگر کے راجہ دم نہ لینے دیتے تھے مشرق مین ایان اوڑیسہ کی چڑہائی رہتی تھی شمال مین سلاطین مالوہ و خاندیس رقابت سے دیکھتے تھے اور مغرب مین سلاطین گجرات دہمکی دے رہے تھے - ملک کی اندرونی حالت یہہ تھی کہ دو قومی گروہون کی رقابتنے حکومت کو کمزور کر رکھا تہا - دکن مین ملکی و غیر ملکی کا جھگڑا کچھہ نیا نہین ہے - یہان کے اصلی باشندے قوم مین دراویڈین اور مذہب مین ہندو تھے لیکن جب مسلمانونکا تسلط ہوا تو اسلامی نوآبادیان قایم ہوئین اور چونکہ ہندوون سے ہی مقابلہ رہتا تھا اس لئے عام اسلامی اصول اور تدبیر ملکی کے بموجب اس باتکی ضرورت ہوئی کہ فوج مسلمان ہو اس لئے ابتدائی قیام حکومت سے ایران و عرب و حبش و شمالی ہندوستان سے سپاہی پیشہ لوگون کے گروہ کے گروہ تلاش معاش مین چلے آتے تھے - یہہ لوگ بعد مسافت اور دشواری راہ کی وجہہ سے ترک وطن پر مجبور ہو کر دکن ہی مین سکونت اختیار کر لیتے تھے جسکا نتیجہ یہہ ہوا کہ رفتہ رفتہ اونکی اولاد تمام ملک مین پھیل گئی - اس نئی آبادی کی تعداد مین نو مسلمون کے شمول سے اور بھی ترقی ہوئی مگر ممالک غیر سے جو سلسلہ آمد و رفت کا قایم ہو گیا تہا وہ منقطع نہ ہوا بلکہ خود سلاطین بہمنیہ اون ممالک کی جنگجو قومون کے لوگون کو اپنی فوجون کی درستی کی خاطر جس پر نہ صرف اوس پر آشوب زمانہ مین بلکہ ہر زمانہ مین پوری طرح سے سلطنت کی بنیاد ہوتی ہے اعلی مناصب دیکر اس سلسلہ کو ترقی دیتے تھے اس وجہہ سے رفتہ رفتہ

رقیب پارٹیان قایم ہوگئین - جن لوگون کی دو چار پشتین دکن مین گزر چکی تھین وہ اپنے آپ کو دکنی اور حال کے آئے ہوؤن کو آفاقی اور غریب الدیار کہنے لگے چونکہ یہہ دونون فرقے ایک ہی پیشوا کے پیرو ایک ہی شریعت کے پابند اور ایک ہی بادشاہ کے مطیع ہوتے تھے اس لئے ابتدا مین ایک عرصہ تک توکسی قسم کی مخالفت ظاہر نہ ہوئی بلکہ آپس مین شیر و شکر کی طرح رہے لیکن احمد شاہ ولی بہمنی کے زمانہ مین سب سے پہلے مخالفت کے آثار ظاہر ہوئے - احمد شاہ بہمنی کو تخت سلطنت حاصل کرنے مین ایک سوداگر خلف حسن بصری نامی نے اپنی خوش تدبیری و دلیری و مستعدی سے بہت مدد دی تھی اس لئے جب احمد شاہ نے تخت فیروزہ پر جلوس کیا تو خلف حسن بصری کو ملک التجار کا خطاب دیکر اعلیٰ مناصب عطا کئے اور متواتر فتحمندی نے اوسکی قدر بادشاہ کی نگاہ مین اور بھی بڑھادی - سنہ ۱۴۳۰ء مین خلف حسن بصری کو گجراتیون کے مقابلہ مین بندر مہائیم مین شکست ہوئی اور اوس شکست کا باعث زیادہ تر یہہ بیان کیا گیا کہ امرائے حبشی و دکنی نے اوسکی مدد جیسی کہ چاہئے رشک و حسد کی وجہہ سے نہین کی -

سنہ ۱۴۳۷ء مین نصیر خان والی خاندیس نے دکن پر چڑھائی کی اور لشکر برار اوس سے ملگیا - سلطان علاؤالدین نے اس مہم پر ملک التجار خلف حسن بصری کو جواب ایک تجربہ کار جنرل تھا بھیجنا چاہا لیکن اوس نے بہ ادب تمام عرض کیا کہ غلام کو تعمیل

حکم مین معد رہین لیکن غلام کے ساتھ صرف امراے مغل معہ خاصہ خیل بھیجے جائین کبھی دکھنی یا حبشی امیر کو تکلیف نہ دیجاے کیونکہ اونہین کے نفاق کی وجہہ سے اٹھہ برس پہلے مہائیم مین شکست ہوئی تھی - بادشاہ نے امراء دکھنی سے مشورہ کرنیکے بعد خلف حسن بصری کو سات ہزار غریب الدیار سوار دیکر روانہ کیا ملک التجار بجلی کیطرح نصیر خان پر ٹوٹ پڑا اور اوسکو کئی شکستین دیکر اوسکی دار السلطنت برہان پور کو آگ لگا دی اور فتح و نصرت کے ساتھ محمد اباد بیدر کو واپس آیا - سلطان علاؤ الدین نے اوسکی اس قدر عزت افزائی کی کہ اوسکے استقبال کے لئے خاص اپنے ولیعہد شاہزادہ ہمایون کو معہ کل امراء و ارکان دولت شہر کے چار کوس باہر بہیجا اور خلعت خاص معہ کمر و شمشیر مرصع و چند زنجیر فیل و عنبر چہ عطا کیا اور اوسکے ایک رفیق شاہ قلی سلطان کو جس نے گذشتہ مہم مین داد شجاعت دی تھی اپنی دامادی کی عزت بخشی اور حکم دیا کہ آیندہ سے غریب الدیار مجلس و سواری مین بادشاہ کے دست راست اور دکنی و حبشی دست چپ رہا کرین - یہہ حکم ایسی منحوس گھڑی مین دیا گیا تہا کہ اوسی دن سے دکنی و آفاقی مین کھلم کھلا مخالفت شروع ہوئی جسکا چند ہی روز مین یہہ نتیجہ ہوا کہ ان دونون گروہون کی آپس کی رقابت کیوجہہ سے حکومت کمزور اور ملک مین عجیب طرح کی بے امنی قایم ہوگئی - ہر فریق دوسرے فریق کی تباہی کی فکر مین رہنے لگا اور بادشاہ کے تلون کی وجہہ سے کبھی کوئی فریق غالب کیا جاتا تھا اور کبھی کسیکا ستارہ اقبال بلندی پر پہنچا تھا

سلطان علاؤ الدین بہمنی(۱) گو ایک نیک نفس بادشاہ تہا اور ابتداء عہد مین اوس نے والی بیجانگر پر یورش کر کے اپنی اولوالعزمی کا ثبوت بھی دیا تھا لیکن جب اس مہم سے فارغ ہوا تو اپنے طبعی میلان کے موجب عیش و عشرت مین محو ہوگیا اور کاروبار سلطنت کو عہدہ دارون کے ہاتھ مین چہوڑ دیا جس کا لازمی نتیجہ یہہ ہوا کہ دکہنیون اور آفاقیون کی مخالفت کو زور بہت ہوا اور قسم قسم کی شرارتین کہڑی ہوگئین۔ آفاقیون کا سرگروہ ملک التجار خلف حسن بصری طرفدار بیجاپور اور دکنیون اور حبشیون کے سرگروہ مشیر الملک دکنی اور نظام الملک غوری تھے۔ جب تقدیر کی گردش سے ملک التجار خلف حسن بصری رائے سنگیر کے مقابلے مین قتل ہوا تو دکنیون کو موقع ملا اونہون نے بادشاہ کو بہکا کر آفاقیون کے استیصال کی فکر کی اور پانچ چھ ہزار اشخاص کو جن مین کئی ہزار خوردسال بچے بھی تھے بغاوت کے الزام مین قتل اور اونکی عورتون کی طرح طرح پر بے عزتی کی۔ اگرچہ دکنیون نے ایسا بندوبست کیا تھا کہ آفاقیون کی کوئی عرضداشت بادشاہ تک پہونچنے پاسے لیکن چند امراء غریب الدیار جو باقی رہگئے تھے

(۱) سلطان علاؤ الدین بہمنی جس کے زمانہ مین محمود گاوان دکن مین آیا ۱۴۳۵ء مین تخت نشین اور ۱۴۵۸ء مین فوت ہوا۔ علاؤ الدین علم کا بڑا قدر شناس اور امور ریاست سے خوب واقف تہا اوس نے ہر شہر مین عدالتین اور شہرون اور دیہات مین پولیس قایم کیا۔ قمار بازی اور شراب خواری کی قطعاً ممانعت کردی اور محتسب مقرر کئے۔ گداگری کا اس طرح سے استیصال کیا کہ تمام فقیرون کو پکڑوا کر شہر کی موریون کے صاف کرنے اور سڑکون پر جہاڑو دینے پر مقرر کیا جس کا یہہ نتیجہ ہوا کہ یا تو وہ شہر بدر ہوگئے یا راہ راست پر آگئے بادشاہ رحمدل اور پکا متعصب مسلمان تہا۔ یہان تک کہ کسی نصرانی یا ہندو سے بات نہ کرتا اور ان دونون فرقون کو قابل ملازمت خیال نہ کرتا تہا۔ (تاریخ فرشتہ و ماثر برہانی)

تین سو ہمراہیون کے ساتھ بہزار مشکل اپنی مصیبت کسی کسیطرح باد شاہ تک پہنچانے مین کامیاب ہوئے پھر تو بادشاہ کی آنکھین کھلین اور جو غضب کہ اسوقت تک آفاقیون پر نازل تہا وہ دکنیون کے سر پر منتقل ہوا اور کئی سردارونکو قتل اور عام طور پر اس گروہ کے لوگون کو اعلی خدمتون سے معزول کیا گیا اور آفاقیون کی قدر دانی و عزت افزائی ہوئی جس کی وجہہ سے ان دونون گروہون کی آپس کی مخالفت مین اور بھی ترقی ہوئی مختصر یہہ ہے کہ خواجہ عماد الدین محمود گاوان ایک نہایت پر آشوب زمانہ مین دکن مین داخل ہوا۔ سلطان علاؤالدین علم دوست اور علما و فضلا و شعرا کا قدردان تھا اسلئے اوسکو محمود گاوان جیسے جہاندیدہ عالم و فاضل و تجربہ کار شخص کی صحبت مین بہت لطف آیا اور چند ہی روز مین اوس سے اسقدر مانوس ہو گیا کہ بہت عزیز رکھنے لگا۔

محمود گاوان وطن سے بے وطن تو پہلے ہی ہو چکا تہا اوس نے جب اپنے بہت سے ہموطنون کو بیدر مین اعلی مناصب پر دیکھا اور بادشاہ کو مہربان پایا تو چند ہی روز مین دکن کو اپنا وطن سمجھنے لگا۔

محمود گاوان کا طبقہ امراء مین داخل ہونا

معلوم ہوتا ہے کہ محمود گاوان اپنی دانشمندی اور کارروائی سے چند ہی روز مین بادشاہ کا اسقدر معتمد علیہ بن گیا کہ جب ۸۶۲ھ مین اوس کے بہنوئی جلال خان نے علم مخالفت بلند اور صوبہ تلنگانہ پر قبضہ کر کے محمود شاہ خلجی والی مالوہ کو والی خاندیس کی مدد سے دکن پر چڑھائی کرنے پر اس ترغیب سے آمادہ کیا کہ بادشاہ دکن کا انتقال ہو چکا ہے امراء خود غرضی سے اس خبر کو چھپائے ہوئے ہین ایسے وقت مین ملک بہت آسانی سے ہاتھ آجائیگا تو سلطان علاؤالدین نے خواجہ محمود گاوان کو منصب ہزاری دیکر بعض امرا کے ساتھ

جلال خان کے مقابلے کے لئے روانہ کیا اور قاسم بیگ صف شکن کو والی خاندیس کے مقابلے مین
بھیجکر خود محمود شاہ خلجی کیطرف بڑہا۔ محمود خلجی تو اس اُمید سے آیا تہا کہ شاہ دکن فوت ہو چکا ہے جب اوس نے
دیکھا کہ وہ زندہ ہے اور اوسکے مقابلے کے لئے مستعدی سے بڑہا چلا آتا ہے تو راتون رات اپنے ملک
کو چلا گیا۔ خواجہ محمود گاوان فن سپہگری سے واقف تہا مگر اوس زمانہ کا طرز تعلیم کچھہ ایسا تہا کہ ایک
تعلیم یافتہ شخص ضرورت کے وقت ہر کام ایسی عمدگی سے انجام دیتا تہا کہ گویا اوسکی تمام عمر اوسکے
سیکھنے مین صرف ہوئی ہے۔ چنانچہ خواجہ محمود گاوان بھی حکم ملتے ہی کاروبار تجارت کو چھوڑ کر
ایک آزمودہ جنرل کی طرح تلنگانہ کی طرف بڑہا اور بہت آسانی سے جلال خان کے مستقر قلعہ نلگنڈہ
کا محاصرہ کرلیا۔ دوران محاصرہ مین جلال خان کا بیٹا سکندر خان محمود شاہ خلجی کے واپس چلے جانے سے
مایوس ہوکر دو ہزار فوج کے ساتھ کسی تدبیر سے قلعہ نلگنڈہ مین داخل ہو گیا۔ خواجہ محمود گاوان یہ دیکھکر سمجھا کہ
اوسکی مراد بر آئی اور چند ہی روز مین محصورین کو اس قدر تنگ کیا کہ جلال خان نے امان طلب کی اور قلعہ حوالہ کرکے بادشاہ
کی خدمت مین حاضر ہو گیا جس نے خواجہ محمود گاوان کی سفارش سے پہر قلعہ نلگنڈہ اوسکو جاگیر مین دیا۔

عہد ہمایون شاہ بہمنی

اس کے دو برس بعد سلطان علاءالدین راہی ملک بقا ہوا مگر اپنے
ولیعہد شاہزادہ ہمایون کو وصیت کر گیا کہ خواجہ محمود گاوان کی قدر دانی کرے چنانچہ اوس نے

(۱) ہمایون شاہ اپنے باپ کی جگہہ ۱۴۵۸ء مین اپنے چہوٹے بہائی حسن خان کی بغاوت کو فرو کرنے کے بعد تخت نشین
ہوا اور ۱۴۶۱ء مین فوت ہوا۔ اوس نے اپنے بہائی حسن خان اور اوس کے علاقہ دارون پر اس قدر ظلم
کیا کہ "ظالم" کا لقب پایا اور اس لحاظ سے خاندان بہمنیہ مین اپنے آپ ہی نظیر ہوا۔ (تاریخ فرشتہ)

تخت فیروزہ پر قدم رکہتے ہی محمود گاوان کو نیابت ملک التجاری عطا کرکے وکیل شاہی اور
طرفدار بیجاپور مقرر کیا۔ جب سکندر خان ابن جلال خان نے بغاوت کی تو ملک التجار محمود گاوان
بھی لشکر کی جمعیت بیجاپور شریک جنگ ہوا۔ اور سکندر خان کے مارے جانے کے بعد
اوسنے خواجہ جہان ترک کی مدد سے قلعہ نلگنڈہ ایک ہفتہ کے محاصرہ مین فتح کیا سکندر خان
کی بغاوت سے صوبہ تلنگانہ مین ایک فساد برپا ہوگیا تہا اس لیئے ملک التجار محمود گاوان
ہمایون شاہ کے تمام عہد مین اس صوبہ مین لڑتا رہا اور خدا نے اوسکو اوس ظلم وستم کے دیکہنے سے
محفوظ رکہا جو ہمایون شاہ نے اپنے بہائی حسن خان اور اوسکے علاقہ داران پر جنکی تعداد سات سو
کے قریب تھی کیا کہ جسکی وجہہ سے اوسکو ظالم کا لقب ملا اور ابدالآباد تک اوسکی یاد پر دہبہ لگا
سنہ ۸۶۵ھ مین عالباً دکن کو ہمایون شاہ کے ظلم سے نجات ملی اور اوسکے خوردسال بیٹے نظام شاہ(۱)
کو شاہ محب اللہ اور سید شریف نے جو سادات عظام سے تہے تیمناً وتبرکاً راست وچپ سے پکڑکر تخت فیروزہ پر جلوہ گر کیا

نظام شاہ کی تخت نشینی اور ملکہ مخدومہ جہان کی ریجنسی

نظام شاہ کی عمر اوسوقت آٹھ سال کی تہی اوس کی مان جو مبارک خان
ابن فیروز شاہ بہمنی کی بیٹی تہی نہایت ہوشیار اور عاقل عورت تہی اوس نے
ہمایون شاہ کی وصیت کے موجب خواجہ جہان ترک کو وکیل شاہی اور طرفدار تلنگانہ۔ اور
ملک التجار محمود گاوان کو بلقب الملک وزیر کل وطرفدار بیجاپور مقرر کیا۔ اور ان دو نون کے

(۱) نظام شاہ ہمایون شاہ کا بیٹا اوسکی جگہہ سنہ ۸۶۵ھ مین ۸ سال کی عمر مین تخت نشین ہوا۔ حسن چال مین بے نظیر تہا یعنی
خرام شاہی ... ادا مین تخت کی رات کو سنہ ۸۶۷ھ مین فوت ہوا۔ (تاریخ فرشتہ)

شورے سے کاروبار سلطنت کو انجام دینے لگے۔ ہر روز صبح کیوقت خواجہ جہان ترک اور
ملک التجار محمود گاوان حاضر ہوتے تھے اور تمام امور سلطنت کو ایک عورت ماہ بانو کے
ذریعہ سے طے کرنیکے بعد نظام شاہ کو تخت فیروزہ پر بٹھا کر خواجہ جہان سیدھے ہاتھ کیطرف
اور ملک التجار بائین ہاتھ کیطرف کھڑا رہتا تھا اور تمام کامونکو عمدگی سے انجام دیتے تھے۔

نظام شاہ کی والدہ جس کا اصلی نام نرگس بی تھا مگر جو سلاطین بہمنیہ کی اصطلاح
کے بموجب تاریخ مین ملکہ مخدومہ جہان کے لقب سے یاد کی جاتی ہے ایک عجیب غریب لیاقت
کی عورت تھی اور اوسکے کارنامے اون یوروپین مصنفون کا جواب ہین جو مسلمانون پر الزام لگاتے
ہین کہ عورتون کو غلامی کا خوگر بنا کر اون کے دماغون کو تباہ کرتے ہین۔ وہ نہایت دور بین
اور تیز ہوش تھی اور معاملات ملکی کو ایسا سمجھتی تھی کہ بہت کم لوگ سمجھتے ہونگے۔ اوس کا عزم
راسخ اور حوصلہ بلند تھا۔ نرگس بی عورات دکن مین بلحاظ سیاست و ریاست کے اوسی طرح
برآوردہ ہے جسطرح کہ چاند بی جرأت و استقلال مین ہے مگر افسوس ہے کہ گو اوس کا عالیشان
مقبرہ اوسکی عظمت و شان کے یاد دلانے کے لئے ابھی تک شہر بیدر مین موجود ہے مگر اوس
کے کارنامے اہل دکن کے لوح دل سے محو ہوگئے ہین۔

راے اڑیسہ کی چڑھائی

جب گرد و نواح کے بادشاہون کو معلوم ہوا کہ ایک خورد سال تخت
سلطنت پر متمکن ہے تو ہر شخص نے نظر طمع کو دراز کیا مگر سبقت راے اڑیسہ نے پیشقدمی کی

جب یہہ خبر محمد آباد بیدر مین پہونچی تو ملکہ مخدومہ جہان نے ملک التجار محمود گاوان اور خواجہ جہان ترک کے مشورے سے چالیس ہزار فوج جمع کر کے نظام شاہ کو اوسکے مقابلے مین بھیجا اور اُسنے اُس راے اور ریسہ کو شکست دی اور خواجہ جہان نے راے اور ریسہ کا تعاقب کر کے اس قدر مجبور کیا کہ آخر کار اوسنے ملک التجار محمود گاوان کے پاس قاصد بھیجے اور بہت کچہہ نامہ و پیام کے بعد پانچ لاکہہ ہن دیکر صلح کی اور اپنے ملک کا راستہ لیا۔

محمود شاہ خلجی کی چڑہائی اور اہل دکن کی شکست

ابہی اس بلا سے نجات نہ ہوئی تھی کہ محمود شاہ خلجی[1] والی مالوہ نے فوج کشی کی اور خواجہ جہان اور ملک التجار فوج تلنگانہ کو راے اور ریسہ کے مقابلے کے لئے چہوڑکر لشکر بیجاپور و دولت آباد و برار کو ہمراہ رکاب نظام شاہ لیکر اوسکے مقابلے کے لئے روانہ اور قلعہ قندہار کے نزدیک دوچار ہوے[2]۔ محمود شاہ خلجی ایک تجربہ کار جنرل تہا اوسنے اپنا کیمپ ایک نہایت مستحکم مقام مین قائم کر کے بنظر احتیاط اوسکے گرد ایک گہری خندق کہدوا دی تہی۔ نظام شاہ اگرچہ خورد سال تہا مگر دشمن کی فوج کو دیکہکر ایسا جوش مین آیا کہ ترکش کمر مین باندہہ اور تلوار پرتلہ مین حائل کر کے نہایت چستی و چالاکی سے صفوف جنگ کی آراستگی مین مصروف ہوا۔ ملک التجار محمود گاوان دس ہزار سوار اور چالیس زنجیر فیل کے ساتہ میمنہ مین

(١) محمود شاہ خلجی تخت مالوہ پر ٨٣٩ھ مین بیٹہا اور چونتیس برس حکمران رہکر ٨٧٣ھ مین فوت ہوا۔ وہ نہایت عادل، منصف مزاج اور دلیر اولو العزم بادشاہ تہا۔ اوسکی تمام عمر ممالک غیر کی چڑہائی کرنے مین صرف ہوئی۔ اسلام کا سچا پیرو اور دلدادہ تہا۔ (تاریخ فرشتہ)

(٢) اس لڑائی کی کیفیت تاریخ فرشتہ اور ماثر برہانی سے لی گئی ہے۔

ہ دی اور نظام الملک ترک کو اسی قدر فوج کے ساتھ میسرہ مین مقرر کیا اور خود خواجہ جہان ترک
رسکندر خان کے ساتھ جو اوس کا کوکا تھا گیارہ ہزار سوار اور ایک سو زنجیر فیل کے ساتھ قلب مین
ڑا ہوا - دوسری طرف محمود خلجی نے اپنے بیٹے سلطان غیاث الدین کو میمنہ مین قایم کیا اور میسرہ کو
تاب خان حاکم چندیری اور ظہیر الملک کے سپرد کیا اور بذات خود فوج خاصہ کے ساتھ قلب کو مستحکم کیا
دنون فوجین صف بستہ نقارہ جنگ کی دل ہلانے والی صدا کی منتظر ایک دوسری کی مقابل کھڑی تھین
ملک التجار شمشیر برہنہ ہاتھ مین لئے ہوئے لشکر بیجاپور کے ساتھ محمود خلجی کی میسرہ پر حملہ آور
وا - اگرچہ مہتاب خان اور ظہیر الملک نے ابتدا مین جرأت سے مقابلہ کیا مگر جب زیادہ سختی ہوئی
ر حملہ کی تاب نہ لا کر بے تحاشا پیچھے ہٹے اور بہاگتے ہی بہاگتے مارے گئے - یہہ حالت دیکھکر نظام الملک ترک
سے بھی نہ رہا گیا اور بیتاب ہوکر نعرۂ "اللہ اکبر" لگایا اور سلطان غیاث الدین پر جا پڑا -
پھر کیا تھا خوب جنگ جدل ہونے لگی - سلطان غیاث الدین ایک مشہور بہادر تھا جو اکثر لڑائیون
مین ناموری حاصل کرچکا تھا اتفاق سے عین ہنگامہ کارزار مین نظام الملک ترک سے دوچار ہو گیا
در وہ دونون ہلا سکے کہ ایک دوسرے کو پہچانین آپس مین لڑتے اور گرز اور تلوارین چلانے لگے
نظام الملک کی تلوار ایسی بے موقع پڑی کہ پھل قبضے سے جدا ہو کر زمین پر گر گر وہ منجہا ہوا سپاہی تھا اوس نے
قبضے ہی کو پہینک کر سلطان غیاث الدین کے منہ پر مارا جو ٹہیک اوسکی آنکھہ پر اس زور سے لگا کہ خون بہنے لگا -
نظام الملک ترک نے دشمن کو بدحواس دیکھکر گھوڑے سے گرا دیا اور اس فکر مین تھا کہ اپنے رہوار کے سمون سے اوس کا کام تمام

کر دے کہ اتنے مین محمود خلجی کی فوج کے چند سپاہی آگئے اور اپنے شاہزادے کو ایسی حالت مین دیکھہ اوٹھاکر خیمہ گاہ کی طرف سراسیمہ بہاگے۔ دکنیون نے تعاقب کیا اور فرودگاہ مین گھوس کر مال و اسباب لوٹا اور پچاس ہاتھی گرفتار کئے۔ محمود خلجی اپنی فوج کے دو دستون کے اس طرح منتشر ہوجانے سے بہت ہراسان ہوا اور قریب تہا کہ بازگشت کا حکم دے کر اوسکے ایک مصاحب نے اوسکو روکا اور استقلال سے کام لینے کا مشورہ دیا۔ ملک التجار اور نظام الملک کی کارگزاریونکو دیکھکر نظام شاہ کی رگ حمیت نے جنبش کی اور اوس نے چاہا کہ خود بھی فوج خاصہ کے ساتھ محمود شاہ خلجی پر حملہ آور ہو کہ اتنے مین خواجہ جہان ترک دس ہزار سوارون اور چند مشہور ہاتھیون کے ساتھ آگے بڑہا محمود شاہ نے بارہ ہزار سوارون کے ساتھ اوس کا مقابلہ کیا اور چونکہ خود بھی آزمودہ شخص تہا اوس نے اس قوی دستہ کو موج طوفانی کی طرح اپنی طرف بڑہتے ہوئے دیکھکر کمان اوٹھائی اور سکندر خان غلام کے ہاتھی کی پیشانی پر جو نظام شاہ کے نزدیک کھڑا تہا ایسا تیر مارا کہ وہ غصے مین آکر دیوانہ وار ادہر اودہر دوڑنے لگا جس سے فوج دکن کو بہت صدمہ پہونچا اور قریب تہا کہ خود نظام شاہ کو بھی ضرر پہونچے کہ سکندر خان نے یا تو بے عقلی سے یا خواجہ جہان ترک کی دشمنی سے اپنی فوج کو حملہ کا حکم نہ دیا اور وہ سخت غلطی کی کہ جسکی وجہہ سے سیکڑون کامیابیان شکست سے مبدل ہوگئی ہین یعنی نظام شاہ کو اپنے ہمراہ لیکر میدان جنگ سے نکل گیا۔ جب فوج دکن نے میدان جنگ کو اعلام شاہی سے خالی پایا تو بددل ہو کر جنگ سے ہاتھ روکا۔ اور خواجہ جہان نے بھی یہہ دیکھکر کہ افواج میمنہ و میسرہ تو دشمن کے تعاقب مین منتشر ہو چکی ہین اعلام و چتر شاہی جنسے فوج کی ہمت

ی ہو ئی تھی نظر سے غائب ہین - میدان جنگ مین ٹھہر نا حماقت سمجھا اور نہایت ہوشیاری
، اسپ و فیل شاہی کو سلامت نکالکر محمد آباد بیدر کی راہ لی - ملک التجار محمود گاوان اور دوسرے
ا دکنی و حبشی کو بھی قسمت کو مخالف دیکھکر فرار کو ذریعۂ امن سمجھنا پڑا - جب ہزیمت خوردہ فوج ہزار
ی محمد آباد بیدر مین پہونچی تو وہان بھی صورت امن نہ دیکھکر ملکہ مخدومہ جہان ملک التجار محمود گاوان
مشورہ سے خزانہ شاہی - عورات حرم اور نظام شاہ کو لیکر فیروز آباد چلی گئی اور قلعہ ارک کو تلوخان دکنی کے سپرد کرگئی
اس کامیابی نے محمود شاہ خلجی کے لئے راستہ صاف کر دیا چند ہی روز مین فتح کے
ھم اوڑاتا ہوا محمد آباد بیدر مین داخل ہوا اور تھوڑے عرصہ مین ممالک برار و بیڑ و دولت آباد پر قابض
متصرف ہوگیا - ملک التجار محمود گاوان بھی غافل نہ تہا اسوقت تک قرب جوار کی سلطنتون اور
ونکی آپس کی رقابت سے بخوبی واقف ہو چکا تہا اس لئے اوس نے ملکہ مخدومہ جہان کی اجازت سے
ظام شاہ کیطرف سے ایک خط سلطان محمود شاہ(۱) والی گجرات کو بطلب مدد لکھا جس کا اثر محمود شاہ گجراتی

محمود شاہ گجراتی کی مدد سے محمود شاہ خلجی کا دکن سے نکالنا

کے دل پر یہہ ہوا کہ وہ خود فوراً اسّی ہزار سوار ہمراہ لیکر سرحد دکن کی

---

(۱) محمود شاہ گجرات کا بادشاہ تہا وہ چودہ سال کی عمر مین ۸۶۳ھ مین تخت نشین اور ۹۱۷ھ مین فوت ہوا وہ ایک
بہت تیز فہم ہوشیار اور اولوالعزم بادشاہ تہا اور پکا مسلمان تہا - یہہ عجیب اتفاق ہے کہ اوس زمانہ مین تین
بادشاہون کا نام محمود شاہ تہا یعنی محمود شاہ شرقی والی جون پور محمود شاہ خلجی والی مالوہ اور محمود شاہ گجراتی والی
گجرات - اور اتفاق سے گو والی دکن کا نام محمود شاہ نہ تہا مگر مختار کل کا نام محمود تہا - اور یہہ چارون
اولوالعزم شخص اپنے حسن اخلاق کے لحاظ سے اسم بامسمی بہی تھے - (تاریخ فرشتہ)

طرف بڑھا۔ ملکہ مخدومہ جہان نے پہلے ہی سے یہہ کیا تھا کہ کچھہ فوج جمع کرکے خواجہ جہان کو محمود شاہ خلجی کے مقابلے کیلئے بہیجدیا تھا اور جب سلطان محمود شاہ گجراتی کے آنیکی خبر سنی تو ملک التجار محمود گاوان کو سپہ سالار مقرر کرکے پانچ چھہ ہزار سوار کے ہمراہ استقبال کیلئے بیڑ کی راہ سے روانہ کیا اور اوسنے بیس ہزار سوار ملک التجار کے حوالہ کئے۔ ملک التجار نے آس پاس آدمی دوڑا کر کچھہ اور فوج بھی جمع کرلی اور چالیس ہزار سواروں کے ساتھہ محمد آباد بیدر کیطرف بڑھا جہاں ابھی تک محمود شاہ خلجی قلعہ ارک کی تسخیر کرنے کی تدبیرین کر رہا تھا۔ جب محمود خلجی کو ملک التجار گاوان کے اتنی کثیر فوج کے ساتھہ محمد آباد بیدر کیطرف بڑھنے کی خبر معلوم ہوئی تو وہ مقابلہ کو خطرہ سے خالی نہ سمجھکر بلا توقف اپنے ملک کی طرف روانہ ہوگیا۔ مگر ملک التجار اوسے کہان جانے دیتا تھا ہر طرف سے اوسکا تعاقب کیا اور اس قدر تنگ کیا کہ اوسکو ایلچپور اور اکلکوٹ کے دشوار گذار راستے سے بھاگنا پڑا گو کہ اثنائے راہ مین ہزاروں سپاہی بھوک اور پیاس کی شدت سے فوت ہوئے۔ اس نمایان کامیابی کے بعد نظام شاہ کیطرف سے محمود شاہ گجراتی کو شکریہ کا خط لکھا گیا اور بہت سے تحفہ تحایف بھیجے گئے جن مین قیمتی ہاتھی اور گہوڑے بھی تھے جسکے بعد محمود شاہ گجراتی اپنی سچی ہمدردی کا نمایان ثبوت دیکر اپنی دارالسلطنت احمد آباد کو واپس ہوا محمود شاہ خلجی ملک التجار محمود گاوان پر ایسا خار کہاے ہوے تہا کہ اپنی شکستہ حالت کو درست کرنیکے بعد ۸۶۳ھ مین نوے ہزار سوار کے ساتھہ ملک دکن پر حملہ آور ہوا اگر پھر پہلے ہی قصے کا اعادہ ہوا ملک التجار کی تحریک پر محمود شاہ گجراتی مدد کے لئے آموجود ہوا۔ اور محمود شاہ خلجی کو ناکام گونڈواڑہ کی راہ سے اپنے

ہم کو بلا جنگ وجدال واپس ہونا پڑا۔ اس کے بعد ملکہ مخدومہ جہان نے نظام شاہ کی شادی کا بہت جھوم دھام سے بندوبست کیا مگر خدا کی قدرت کہ بزم شادی مجلس غم سے مبدل ہو گیا اور عین تخت کی رات کو نظام شاہ نے عالم فانی سے ملک جاودانی کا راستہ لیا۔

محمد شاہ کی تخت نشینی اور خواجہ جہان ترک کا قتل

نظام شاہ کے بعد اوس کا بھائی محمد شاہ تخت فیروزہ پر جلوہ گر ہوا جس کی عمر اوسوقت صرف نو برس کی تھی کونسل آف ایجنسی بسر کردگی ملکہ مخدومہ جہان حسب سابق قایم ہوئی مگر خواجہ جہان ترک بے اندازہ قوت ہاتھ مین دیکھکر آپے سے باہر ہو گیا امرا قدیم کی جاگیرین چھین کر اپنی حکومت کے استقلال کی خاطر امراء جدید کو دینے لگا اور خزانہ عامرہ تک اوسکے دست تصرف سے محفوظ نہ رہا۔ ملک التجار محمود گاوان کو ایک منٹ دارالسلطنت مین ٹھہرنے نہ دیتا اور ہمیشہ فوجون کے ساتھہ سرحد پر بھیجتا رہتا تھا۔ نخوت کا یہہ عالم تھا کہ بڑے بڑون کو بے حقیقت سمجھتا تھا۔

ملکہ مخدومہ جہان تو محمود شاہ خلجی کے واقعہ کیوقت سے ہی اوس سے بددل تھی اب تو اور بھی بیزار ہو گئی جسکا نتیجہ یہہ ہوا کہ اس اولوالعزم عورت نے دل مین ٹھان لیا کہ خواجہ جہان کا وجود سلطنت بہمنیہ کے حق مین مضر ہے۔ آخر کار ۱۴۶۲ء مین اوس نے اپنے بیٹے محمد شاہ کو اوسکے قتل پر آمادہ کیا ایک روز خواجہ جہان حسب معمول دربار مین آیا مگر کیا دیکھتا ہے کہ اوس روز نظام الملک ایک کثیر فوج لئے دیوان خانہ مین موجود ہے اگرچہ اس سے کچھہ متفکر ہوا مگر سوا اسکے

(۱) سلطان محمد شاہ بعمر ۹ سالکی اپنے بھائی نظام شاہ کی جگہہ ۱۴۶۳ء مین تخت نشین ہوا۔ اوسکے زمانہ مین سلطنت دکن کو سب سے زیادہ وسعت حاصل ہوئی مگر اوسکے اخیر زمانہ مین تمام سردارون نے خودسری و خودمختاری اختیار کی ۱۴۸۲ء مین فوت ہوا۔ (تاریخ فرشتہ)

چارہ نہ تھا کہ محمد شاہ کی خدمت مین حاضر ہوکر آداب و مجرا بجا لاے۔ غرضکہ وہ معمولی کاروبار مین مشغول ہی تھا کہ اتنے مین دو عورتین محل سے برآمد ہوئین اور انہون نے محمد شاہ سے مخاطب ہوکر باواز بلند کہا کہ جو قرارداد ہوئی ہے اوسکو پورا کیا جاے۔ یہہ سنتے ہی محمد شاہ نے نظام الملک ترک سے مخاطب ہو کر ارشاد فرمایا کہ "اس حرامخور کو فوراً قتل کرڈال"۔ نظام الملک تو حکم ہی کا منتظر تھا فوراً خواجہ جہان ترک کا ہاتھ پکڑ کر دربار کے باہر لے گیا اور تلوار غلاف سے نکالکر اپنے ہی ہاتھ سے اسکا کام تمام کیا۔

محمود گاوان کا عروج

خواجہ جہان کے قتل کے بعد ملک التجار محمود گاوان کے سوا کوئی شخص ایسا باقی نرہا جو مہمات سلطنت کو باحسن وجوہ انجام دیسکے اس لئے اوسکو خلعت خاص و خطاب خواجہ جہان و منصب امیر الامرائی و وکالت امور شاہی عطا ہوا اور مراتب دنیوی مین اوسکا پایہ سب سے اعلیٰ ہو گیا۔ اسوقت خواجہ جہان محمود گاوان فرامین شاہی مین اس طرح پر مخاطب کیا جاتا تھا "مخدوم جہانیان معتمد درگاہ سلطان آصف جم نشان امیر الامرا الملک نائب مخدوم خواجہ جہان"۔

محمد شاہ کی شادی

اسی سال ملکہ مخدومہ جہان نے خواجہ جہان محمود گاوان کی مدد سے اپنے دل کی آخری ہوس کو بھی نہایت ہی تزک و احتشام سے انجام دیا یعنی اپنے لخت جگر محمد شاہ کی شادی نہایت ہی دہوم دہام سے دودمان بہمنیہ کی ایک لڑکی سے کی اور چونکہ اب محمد شاہ سن رشد کو پہونچگیا تہا اس لئے خود گوشہ گیری اختیار کرکے مہات سلطنت کو اوسکے سپرد کیا۔ اگرچہ محمد شاہ کا کوئی کام ایسا نہین ہے جس مین خواجہ جہان محمود گاوان کی شرکت نہ ہو مگر اس مقام پر منظر

اختصار صرف اون واقعات کا ذکر کیا جائے گا جنسے براہ راست خواجہ جہان کو تعلق تہا

مہم کوکن و فتح گوا

۸۷۶ھ مین خواجہ جہان محمود گاوان نہایت شان و شوکت سے لشکر بیجاپور و جنیر و چاکنہ و کلہر و دابہول و جیول و باہن وغیرہ کو ہمراہ لیکر فتح کوکن کیطرف متوجہ ہوا رائے سنکیسر ایک بہت ذیشان راجہ اور بحری ڈاکوون کا سرگروہ تہا اوسکے زیر حکومت تین سو جنگی کشتیون کا ایک بیڑا تہا اور فوج کی تعداد بھی کچھہ کم نہ تھی۔ جب اسکو خواجہ جہان محمود گاوان کے ارادے سے اطلاع ہوئی تو اوسنے گہاٹ کی راہون کو مسدود کردیا۔ محمود گاوان ایک تو ایک منجہا ہوا جنرل تہا اوسنے اس مسدودی راہ کی پرواہ نہ کی اور اطمینان خاطر سے دامن کوہ مین قیام کیا اور آہستہ آہستہ تہوڑے عرصہ مین گہاٹ کو ہنود کے تصرف سے نکال لیا۔ جب پہاڑی رستون کی دشوار گذاری دیکھہ کر سمجہا کہ سوارون کا کام نہین ہے تو جو لشکر ساتھہ لایا تہا اسکو واپس کیا اور اون کی بجاے سعید خان گیلانی کو لشکر جنیر کے ساتھہ اور اپنے غلام خوش قدم کو لشکر دابہول و کلہر کے ساتھہ طلب کیا اور چند ہی روز مین پیادون کی کثیر فوج جمع کرلی قلعہ کہنہ کے نزدیک گہنا جنگل تہا جس سے فوج کی راہ مسدود ہوگئی تھی اس لئے اوسکو جلا کے خاک سیاہ کیا اور قلعہ کا محاصرہ کیا جسکو ابھی پانچ ہی مہینے گذرے تھے کہ موسم برسات آگیا اس لئے وہ حشم و جاہ کے ساتھہ گہاٹ سے اوتر آیا اور پرگنہ کولہاپور مین پہونسکے جہونپڑے فوج کے لئے ڈالکر رہنے لگا اور گہاٹ کی حفاظت کے لئے دس ہزار پیادے اور توپچی تیر انداز چہوڑ آیا۔ لیکن موسم کی سختی بھی

محمود گاوان کو روک نہ سکتی تھی اوس نے اس زمانہ بیکاری میں قلعہ راکلنہ کو فتح کرکے جی بہلایا۔ برسات کے
بعد گھاٹ پر چڑھائی ہوئی اور کئی مہینے کی کوشش اور کشش میں ہزار حیلہ و تدبیر اور لاکھوں روپیہ
پانی کی طرح بہا اور راے سنگیسر کے سرداروں کو قسم قسم کے تحفہ تحائف دیکر قلعہ کہنہ کو جسکی سنگین دیوار پر
اوس وقت تک علم اسلام کا سایہ نہ پڑا تھا فتح کیا چونکہ اسی اثنا میں موسم برسات آگیا اس لیے سابق پھر
گھاٹی کی حفاظت پیادوں کے سپرد کرکے سواروں کو ہمراہ لیکر نیچے اوتر آیا اور چار مہینے کے بعد سنگیسر کی طرف
متوجہ ہوا جسکو بہت ہی آسانی سے فتح کرکے اوس طرف کے زمینداروں سے ملک التجار خلف حسن بصری کے ناحق خون
کا انتقام لیا اور رعایا کو مطیع و فرمانبردار بنانے کے بعد گوا کی طرف بڑھا جو راجہ بیجانگر کا مشہور بندر تھا
چونکہ راجہ بیجانگر بحری فوج کا بھی مالک تھا اس لیے خواجہ جہان محمود گاوان نے بھی ایک سو بیس جہاز دکن
بیڑا تیار کرکے تری سے حملہ کرنیکے لیے بھیجا اور خود خشکی کی طرف سے بڑھا۔ اور ابھی راجہ بیجانگر کو محمود گاوان
کی عزیمت کی اطلاع بھی نہوئی تھی کہ اوسکی حفاظت کے لیے فوج بھیجتا کہ اوس نے بجلی کی طرح اوس پر قبضہ کرلیا
اس نمایاں فتح کی خبر شہر بشہر پھیل گئی اور اوسکے سننے سے محمد شاہ بہمنی اس قدر خوش ہوا کہ
ایک ہفتہ تک طبل شادی محمد آباد بیدر میں بجوایا۔ جب اس نمایاں کامیابی کے بعد خواجہ جہان محمود
گاوان قلعہ گوا کی حفاظت کا بندوبست کرکے تین سال کے بعد فتح و نصرت کے ساتھ محمد آباد بیدر میں

محمود گاوان کی قدر و منزلت

داخل ہوا تو اوسکی اس قدر توقیر ہوئی کہ بادشاہ ایک مہینہ تک اوس کے

(۱) ریاض الانشا و تاریخ فرشتہ۔

یہان مہمان رہا اور خلعت خاص عنایت کیا اور ملکہ مخدومہ جہان نے اوسکو "بھائی" کے لقب سے مخاطب کیا اور چند فقرے اوسکے القاب مین بڑہائے گئے جس کے بعد وہ اسطرح پر مخاطب کیا جانے لگا۔

"حضرت مجلس کریم سیّد عظیم ہمایون اعظم صاحب السّیف و القلم مخدوم جہانیان معتمد بارگاہ سلطان آصف جم نشان امیر الامراء الملک نائب محمد و ملک التجار محمود گاوان المخاطب بہ خواجۂ جہان"

سلطان محمد شاہ نے خواجہ جہان کے غلام خوشقدم کی بہی قدر و منزلت کی جس نے اس تین برس مین خواجہ جہان کی بہت خدمت گزاری کی تہی اور اوسکو کشور خان کا خطاب دیکر امراء کلان مین داخل کیا اور قلعہ گوا بندہ و گوندوال و کولہاپور کو اوسکی جاگیر مین اضافہ کیا۔

یہ ایک ایسی عظیم الشان فتح تہی اور اوسکا خواجہ محمود گاوان کے دل پر ایسا عمیق اثر ہوا کہ اوسکی انشاء کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ایران و توران کے جن جن سلاطین او رعماید سے اوسکی خط و کتابت تہی اون سبکو اوسکی تفصیلی کیفیت لکہی[1] ۔ ۸۷۲ ہ؁ مین خبر پہونچی کہ راے برکیتہ نے اجیراے راجہ بیجانگر کی تحریک سے بندر گوا پر حملہ آور ہونیکا قصد کیا ہے اور قلعہ اریکا پور بہی بہت سا لشکر لیکر اوسی طرف بڑہ رہا ہے۔

فتح قلعہ بلگوان	محمد شاہ کو جب یہ خبر پہونچی تو وہ بہی اپنا لشکر لیکر قلعہ بلگوان (جسکو اب

(۱) ریاض الانشاء

بلگاؤن اور انگریزی مین بلگام کہتے ہین) کی طرف ہے بہت ہی مضبوط و مستحکم تہا بڑہا اور اوسکا محاصرہ کرلیا راجہ پرکتیہ صاحب بلگوان نے یہہ دیکہکر خواجہ جہان محمود گاوان اور دوسرے مقربین کے ذریعے سے عذر خواہی کی لیکن چونکہ بادشاہ کو اوس طرف کے سرکش لوگون کو ایک سبق پڑہانا منظور تہا اسلیئے اوسکی درخواست پر کوئی توجہ نکی اور آتش بازونکو بلاکر حکم دیا کہ اگر اپنی جان کی سلامتی چاہتے ہو تو دو ہفتہ مین قلعہ کی دیوارونکا نام بھی باقی نرہے اور خندق کو بہرنا خواجہ جہان کے سپرد کیا تاکہ جس روز دیوارین زمین سے پیوست ہون اوسی دن خندق بھی بہری ہوئی رہے۔ لیکن ہرچند خواجہ جہان خندق کے بہرنے کی کوشش کرتا تہا مگر کسی تدبیر نے کام نکیا کیونکہ دن مین جسقدر بہری جاتی تھی رات کے وقت محصورین اوسے صاف کردیتے تھے۔ یہ دیکہکر خواجہ جہان نے غور کیا اور قلعہ کے مقابلہ مین ایک دیوار اوٹھاکر جابجا مورچے قائم کئے اور یوسف عادل خان اور فتح اللہ عماد الملک کے مورچون سے قلعہ کے برج کے نیچے تک سرنگ بنواکر اوس مین بارود بہروائی چونکہ دکن مین یہ پہلا موقع تہا کہ ایسا طریقہ اختیار کیا گیا اسلیئے راے پرکتیہ بے خبر بیٹھا ہوا تہا کہ سرنگ کو شتابہ دکہایا گیا اور دفعتہً قلعہ کی دیوارین کئی مقامات سے زمین سے آملین۔ خندق تو پہلے ہی سے بہری ہوئی تہی فوج شاہی دوڑپڑی اور قلعہ کے اندر گہسنے کی تدبیر کرنے لگی مگر محصورین نے بیجان توڑکر مقابلہ کیا اور فوج شاہی سے قریباً دو ہزار آدمی کام آئے

آخر کار محمد شاہ نے خود سوار ہوکر سخت حملہ کیا اور بیرونی حصار پر قبضہ کرکے ارک قلاع کے محاصرے مین مصروف ہوا۔ راے پرکتیہ تو پہلے ہی سے بزدل ہو رہا تہا وہ یہ دیکہکر بہ تبدیل لباس حاضر ہوگیا اور محمد شاہ نے فیاضی سے اوسکا قصور معاف کرکے طبقۂ امرا مین داخل کیا۔

بیجانگر پر ایک نئے خاندان کی حکومت و محمد شاہ کی پڑہائی

۱۳۷۶ء مین ملکارجن اور روپاکشا کی پیہم شکستون کی جہسے بیجانگر مین ایک نئے خاندان کی حکومت قایم ہوئی جسکے پہلے راجہ کا نام نرسنگہ تہا جو بیان کیا جاتا ہے کہ روپاکشا کا غلام تہا۔ ۱۳۷۸ء مین محمد شاہ نے سلطنت بیجانگر پر حملہ کیا۔ راستہ مین سلطان نے ایک پہاڑی پر ایک قلعہ دیکہا جو مسمار پڑا ہوا تہا دریافت کرنے سے معلوم ہوا کہ یہ قلعہ بادشاہان دہلی نے اپنی سرحد کی حفاظت کیلیے تعمیر کیا تہا۔ محمد شاہ نے یہ سنکر اوسکی تعمیر و مرمت کا حکم دیا اور یہ کام خواجہ جہان محمود گاوان کے سپرد کیا۔ خواجہ جہان محمود اپنی معمولی مستعدی سے اس کام کیطرف بہی متوجہ ہوا اور چہہ مہینے کے قلیل عرصہ مین وہ کام کیا جو دوسرے دو برس مین بہی نہو سکتا۔ یعنے ایک شاندار و مستحکم عمارت کہڑی کردی دیوارون پر خارا شگاف توپین چڑہا دین اور قلعہ مین ہر قسم کی رسد کا سامان جمع کردیا اور اوسکے بعد محمد شاہ کو لاکر تمام چیزین اوسکی نظر سے گزرانین محمد شاہ اسقدر خوش ہوا کہ کہنے لگا کہ خدا کا مجہہ پر بڑا فضل و کرم ہے کہ ایک تم اوس نے

مجھے شاہی وزیاتست عطا فرمائی دوسرے خواجہ جہان جیسا نوکر عنایت کیا۔ اور از راہ خوشنودی خواجہ جہان کو اپنا لباس پہنایا اور خواجہ کا لباس خود پہنا۔ یہ ایسی عزت تھی کہ آجتک کسی بادشاہ نے نوکر کی نہین کی یہان تک تو خواجہ جہان محمود گاوان کے اون کارنامون کا ذکر کیا گیا جو اُس سے میدان جنگ مین ظہور پذیر ہوئے اب مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ایک سرسری نظر سلطنت بہمنیہ کی عام حالت پر بھی ڈالیجاے۔ تاکہ ناظرین کو اس کتاب کے پوری طرحپر سمجھنے مین آسانی ہو۔

سامان شاہی تاریخ اسلام مین خلفاء عباسیہ کی بدولت سیاہ رنگ کو وہ شرف امتیاز حاصل ہے کہ جب کبھی کسی اولوالعزم شخص نے داعیہ سلطنت کیا ہے تو نشان شاہی کے خیال سے اوسکی آنکھین بے اختیار اسی رنگ پر پڑی ہین۔ جب ۷۴۸ھ ۱۳۴۷ء مین امراء دکن نے سلطان علاء الدین حسن گنگو بہمنی کو تخت شاہی کے لئے منتخب کیا تو اونہون نے تیمناً و تبرکاً اسی رنگ کو اوسکا نشان قرار دیا اسلئے سلاطین بہمنیہ کا چتر اور سراپردہ و علم سب سیاہ ہوتے تھے۔

سلطان علاء الدین حسن کی سلطنت کی بنیاد انتخاب پر تھی اور نہ اوسکے پاس زیادہ سرمایہ تھا۔ اسلئے اوس نے ترک احتشام کیطرف جو ایشیا مین قدیم الایام سے شخصی سلطنت کی بنیاد سمجھا جاتا ہے اور جسکو حقیقت مین بھی شخصی رعب و داب کے قائم رکھنے مین بہت کچھ

دخل ہے توجہ نہین کی لیکن اوسکے بیٹے محمد شاہ نے سب سے پہلے اپنے خیال کو اسی طرف رجوع کیا اور اوسکے بعد جتنے بادشاہ ہوے وہ اسکی تکمیل مین کوشش کرتے رہے - لیکن چونکہ بانئی خاندان سلاطین دہلی کا پروردہ تھا اور اسلیئے اوس دربار کے رسم و رواج کو سلاطین بہمنیہ اپنے لیئے آیہ ہدایت سمجھتے تھے - ہندوستان مین قدیم سے یہ چیزین سامان شاہی سمجھی جاتی ہین - (۱) چتر - (۲) تاج - (۳) تخت (۴) اسپ (۵) فیل (۶) میانہ - اور سلاطین بہمنیہ ان سب کی عمدگی اور نفاست کو اپنی سلطنت کے استحکام کے لئے ضروری سمجھتے تھے -

چتر - سیاہ ریشمی کپڑے کا ہتا اور اوسکا قبہ قسم قسم اور رنگ برنگ کے جواہرات بیش بہا سے آراستہ ہتا - اور اوسکے کلس پر ہما کی ایک مرصع مورت نصب کی گئی تہی جسکے سر پر بطور تاج کے ایک بہت بڑا خوش آب یاقوت لگا یا گیا تھا جو راے بیجانگر نے سلطان علاء الدین حسن گنگو بہمنی کو نذر دیا تہا اور جسکی قیمت کی تشخیص سے جوہریان دکن عاجز تھے -

تخت - سلطان علاء الدین حسن کا تخت تو چاندی کا تہا لیکن اوسکے بیٹے محمد شاہ کے زمانہ مین راے تلنگانہ نے ایک تخت جو اوس نے محمد شاہ تغلق کی نذر

---

(۱) اس تخت کو سلطان فیروز شاہ بہمنی نے مکہ معظمہ بہیجدیا جہان اوسکے ٹکڑے سادات کو تقسیم کئے گئے - (تاریخ فرشتہ)

کرنے کے لئے تیار کرایا تھا ہدیتاً بھیجا اور یہی تخت اخیر وقت تک سلاطین بہمنیہ کے لئے باعث افتخار رہا۔ یہ آبنوس کی لکڑی کا تھا اور ایسی ترکیب سے بنایا گیا تھا کہ اوٹھاتے وقت اوسکا تختہ تختہ جدا ہو جاتا تھا۔ طول مین تین گز اور عرض مین اڑھائی گز تھا اور اوپر کیطرف سونے کی پتیان جڑی ہوئی تھین جو فیروزہ کی مینا سے مرصع تھین اسی وجہ سے اوس کا نام تخت فیروزہ رکھا گیا تھا لیکن بعد مین سلاطین بہمنیہ کی شکوہ پسندی سے اسمین بیش قیمت جواہرات نصب ہو گئے کہ مشکل ہی سے اسم بامسمی معلوم ہوتا تھا۔ محمد شاہ رائے تلنگانہ کے اس ہدیہ سے اسقدر خوش ہوا تھا کہ چالیس روز تک جشن عام کیا سلطان محمود شاہ ثانی (المتوفی سنہ ۱۵۱۸ء) کے عہدمین اسکی قیمت کا اندازہ ایک کروڑ ہن یعنی ساڑھے تین کروڑ روپیہ کلدار کیا گیا تھا۔[1]

تاج ۔ تاج شاہی سونیکا تھا اور یاقوت و الماس مروارید سے مرصع تھا۔ اسکی قیمت چار لاکھ ہن یعنے چودہ لاکھ روپیہ کلدار تھی۔[2]

اسپ ۔ شاہان بہمنیہ کے اصطبل مین گھوڑے عربی و عراقی و عجمی ہر قسم کے رہتے تھے اور اونکا سامان مثل زین و لگام مرصع ہوتا تھا۔

(۱) محمود شاہ ثانی کو سلطنت و ریاست کی بہ نسبت بزم نشاط کا زیادہ شوق تھا اسلیئے اوس نے تخت فیروزہ سے جواہرات نکلوا کر حاشیہ لیا اور صراحی پیالہ شراب طنبور خاص کو مرصع کرایا اور اسطرح سے قاین یادگار چیز برباد ہوگئی۔ (تاریخ فرشتہ)

(۲) احمد شاہ ثانی (المتوفی سنہ ۱۴۵۸ء) اس تاج کے جواہرات بیچکر اپنے خرچ مین لایا۔ (تاریخ فرشتہ)

فیل - شاہان بہمنیہ کے یہان ہاتیون کی کمی نہ تہی محمد شاہ اول نے تو تین ہزار ہاتہی جمع کئے تھے مگر بعد مین بہی دو ہزار زنجیر فیل سے کم کسی وقت مین نہ تھے فیل خاص کی عماری زرین و مرصع اور جہول مخمل زرکار کی ہوتی تہی -

میانہ - میانہ بھی مرصع ہوتا تہا اور اوسپر زردوزی کے کام کے پردے پڑے رہتے تھے -

سلاطین اسلام کے دستور کے بموجب فرامین شاہی کی پیشانی پر بادشاہ کے نام کا طغرا بنایا اور مہر لگائی جاتی تھی - شاہان بہمنیہ نے سونے چاندی کا سکہ بھی بنایا تھا جسکا وزن زیادہ سے زیادہ دو تولہ اور کم سے کم ربع تولہ ہوتا تھا اور اوسکی ایک طرف کلمۂ طیبہ اور چارون خلفاء راشدین کے نام اور دوسری طرف بادشاہ کا نام اور تاریخ تیاری سکے منقش ہوتی تھی یہ سکہ سب سے پہلے محمد شاہ اول نے بنائے تھے اور چونکہ ہندوی تعصب نے اونکی جاری رہنے مین مزاحمت کی اور باوجود مخالفت کے زر اسلام کو گلا ڈالنے سے باز نہ آئے اسلئے محمد شاہ نے جوش مین آکر تمام صرافون کو ایکبار قتل کر ڈالا - اس کا یہ نتیجہ ہوا کہ سلطنت بہمنیہ کے آخر تک برابر زر اسلام رائج رہا مگر جب محمود شاہ بہمنی کے زمانہ مین سلطنت کو زوال ہوا تو صرافون نے پہر چہ سات برس مین تمام اسلامی سکون کو گلا ڈالا اور اوسکے بعد گو دکن مین پانچ خود مختار حکومتین قائم ہوئین مگر کسی نے سونے چاندی کا سکہ جاری نہین کیا البتہ کسی

سکّون کا جاری کرنا پایا جاتا ہے اور اعلیٰ درجہ سکّون کے لحاظ سے رایان بیجانگر و تلنگانہ کے محتاج تھے جنکے سکّون کا نام ہُن و پرتاب تھا۔ اگرچہ صرّافون نے پوری کوشش کی تھی کہ سلاطین بہمنیہ کے سکّون کو صفحہ ہستی سے محو کر دین لیکن ابھی تک اس خاندان کے بعض سلاطین کے سکّے تلاش سے ملک دکن مین ملجاتے ہین۔

دربار

سواے جمعہ کے ہر روز صبح سے دوپہر تک دربار ہوتا تھا۔ دربار کا کمرہ پُر تکلف ریشمی فرشون سے آراستہ کیا اور اوسکے وسط مین مخمل زربفت کا شامیانہ لگایا جاتا تھا جسکے نیچے تخت فیروزہ رکھا جاتا تھا۔ دروازون پر کمخواب کے پردے پڑے رہتے تھے جس وقت بادشاہ جلوس کرتا تھا تو امراء و عہدہ داران سلطنت اپنے اپنے درجہ کے لحاظ سے داہین بائین کھڑے ہو جاتے تھے سواے مشایخ و سادات کے کسی شخص کی مجال نہ تھی کہ بیٹھ سکے[1]۔ دروازہ کے پاس اندر کیطرف تو اچی دیساول (چوبدار) کھڑے رہتے تھے جنکا لقب اصطلاح بہمنیہ مین یاردار تھا۔ انکا یہہ کام تھا کہ جب کوئی شخص آتا تھا تو اوسکی اطلاع اور خود اوسکو بادشاہ کے حضور مین پیش کرتے تھے اور پردون کے باہر پردہ دار رہتے تھے جو دربار مین آنیوالون سے ہتیار لے لیتے تھے اور اوس وقت تک اونکو روکے رہتے تھے جبتک کہ یاردار اطلاع کرین۔ امراء جب حاضر دربار ہوتے تھے تو اونکے ہمراہی اردلی قلعہ ارک کے دروازہ کے پاس

(۱) یہہ عزت صرف ملک سیف الدین غوری نے سلطان علاء الدین حسن گنگو بہمنی کو حاصل تھی لیکن سلطان محمد شاہ کے زمانہ مین وس نے بھی بادشاہ کی آزردگی کے خیال سے اس طریقہ کو موقوف کر دیا۔ (تاریخ فرشتہ)

روک لئے جاتے تھے۔ دربار میں تمام معاملات سلطنت کا تصفیہ ہوتا تھا۔

داب شاہی

سلاطین بہمنیہ کے اولاد کی شادی یا تو اپنے ہی خاندان مین ہوتی تھی یا بادشاہان قرب وجوار کے یہان اور بعض خاص صورتون مین امراؤ مشایخین کو بھی بادشاہ کی دامادی کی عزت حاصل ہوجاتی تھی۔

شاہان بہمنیہ نے اوس پالسی کی بھی بنیاد ڈالی تھی جسکو بعد مین سلاطین مغلیہ کے زمانہ مین بہت ترقی ہوئی یعنی قرب وجوار کے ہندو راجاؤن کی بیٹیون سے بھی نکاح کرتے تھے۔ سلاطین دہلی کی طرح نکاحی بی بی کو ملکہ جہان اور بادشاہ کی ماں کو ملکہ مخدومہ جہان کہتے تھے مگر نکاحی بی بی کے علاوہ حرم سرا ہر قوم کی عورتون سے بھری رہتی تھی۔

محل کے اندر خواجہ سراؤن کا پہرہ رہتا تھا اور سلطان فیروز شاہ نے یہ قاعدہ بنادیا تھا کہ کسی بیگم کو تین خادمہ سے زیادہ نہ دیجائین۔ جب نیا بادشاہ تخت نشین ہوتا تھا تو تمام امراء و منصبدار و طرفدار نذر دکھاتے تھے اور حسب حیثیت پیشکش و ہدایا داخل کرتے تھے۔

سلاطین بہمنیہ مین علم سے عاری کوئی نہ ہوتا تھا بلکہ بعض بہت ہی ذی علم تھے فیروز شاہ کو تو علم کا اس قدر شوق تھا کہ اوس کا اکثر وقت علما کی صحبت اور طالب علمون کو

درس دینے مین گذرتا تھا - ریاضی مین اوسکو اتنا دخل تھا کہ ۸۱۰ھ مین اوس نے بالاگہاٹ دولت آباد مین رسد بندی کا حکم دیا اور اس کام پر حکیم حسن گیلانی - اور سید محمود گازرونی کو جو مشاہیر روزگار سے تھے مقرر کیا مگر بعض وجوہ سے جن مین حکیم حسن گیلانی کی بے وقت موت بھی تھی رصد ناتمام رہی -

فیروز شاہ کے علاوہ محمود شاہ اول اور احمد شاہ اول اور محمد شاہ ثانی بہی بلحاظ ذیعلم ہونے کے قابل ذکر ہین - شعرا اور علما کی اونکے دربار مین قدر تھی - شکار کا شوق بہی اوس زمانہ مین عام تھا اور چونکہ اوس وقت تک بندوقونکا رواج نہ تھا اسلئے یا تو تیر یا نیزہ سے شکار کھیلتے تھے یا چیتون یا شکاری کتون یا باز و بحری کے ذریعہ سے - محمد شاہ ثانی تو شکار کا ایسا متوالا تھا کہ اوس نے خوش ہوکر اپنی ایک بحری کو منصب ہزاری عطا کیا - بادشاہ جب کسی سے خوش ہوتا تھا تو اوسکو خلعت دیا جاتا تھا مگر خلعت خاصہ سوائے طرف داران اطراف کے جنکا منصب دو ہزاری ہوتا تھا کسیکو نہ دیا جاتا تھا - خلعت خاصہ مین بادشاہ کے لباس کا ایک جوڑا اور کلاہ زردوز اور کمر و شمشیر مرصع اور بعض اوقات اسپ و فیل بہی ہوتے تھے - اور جب کوئی شہزادہ ولیعہد مقرر کیا جاتا تھا تو اوسکو کلاہ زردوز و کمر شاہانہ و چتر و سراپردہ سیاہ و فیل و تخت خلعت مین دیئے جاتے - بادشاہ کی اردلی مین دو سو منتخب سوار رہتے تھے جنکی تحویل مین شاہی سلح خانہ رہتا تھا اور اسلئے اونکو اسلحہ دار کہتے تھے اون کے علاوہ چار ہزار اسعار[illegible]

بادی گارڈ تہا جس مین بڑی تنخواہون سے منتخب جوان بھرتی کئے جاتے تھے اور اونکے گھوڑے اور سلاح
اعلی درجہ کے ہوتے تھے بادی گارڈ کا نام اصطلاح بہمنیہ مین خاصہ خیل تہا۔

شاہی محل کے پہرہ کے لئے یہہ قاعدہ تہا کہ چار چوکیان مقرر تہین اور پچاس سلحدار
اور ایک ہزار خاصہ خیل ہر روز صبح سے لیکر دوسرے روز صبح تک پہرہ دیتے تھے اور امراء
ومنصبدار جو پایہ تخت مین موجود ہوتے تھے وہ بھی خاصہ خیل کے ساتھ پہرہ مین شریک ہوتے
تھے۔ ہر چوکی مین جو شخص اعلی درجہ کا ہوتا تھا اوسکو سرنوبت کہتے تھے اور چوکی اول کا
سرنوبت دوسرے سرنوبتون کا بھی افسر سمجھا جاتا تہا جو ایک بہت جلیل القدر منصب تہا۔ بادشاہ
جب کسی مہم کا قصد کرتا تہا تو سب سے پہلے دہلیز وسراپردہ سیاہ شہر کے باہر نصب کیا جاتا تہا اور
اوسی سے سب لوگونکو بادشاہ کے ارادہ سے اطلاع ہو جاتی تھی۔ خراج جو ہندو راجاؤن کے پاس سے
آیا کرتا تہا اوس مین عموماً نقدی اور ہاتھی گھوڑے اور نفیس موتی اور ریشمی کپڑے اور خوبصورت
وتربیت یافتہ لونڈی غلام ہوتے تھے۔

منصب نظارت

سلطان علاء الدین حسن گنگو بہمنی نے ملک کو چار صوبون مین تقسیم اور
اوسکے بیٹے محمد شاہ نے ہر صوبہ کے طرفدار کا لقب اور درجہ مقرر کیا۔ ہر طرفدار کا منصب دو ہزاری
ہوتا۔ اور طرفدار بیجاپور وحسن آباد گلبرگہ جو عموماً وکیل السلطنت بھی ہوتا تہا۔ ملک نائب اور طرفدار
دولت آباد مسند عالی۔ اور طرفدار برار مجلس عالی۔ اور طرفدار بیدر وتلنگانہ اعظم ہمایون کہلاتا تہا

طرف داروں کے بعد سپہ سالار کا درجہ تہا جسکا لقب امیر الامراء اور منصب ایکہزار و پنجصدی ہوتا تہا اور اوسکے بعد وکیل السلطنت کا درجہ تہا جسکا منصب یکہزار و دو صدی ہوتا تہا اور باقی امراء کا منصب یکہزاری سے زیادہ اور ایک صدی سے کم ہوتا تھا - امراء ہزاری طوق و علم و نقارہ کے مستحق سمجہے جاتے تھے - غالباً اس امر کے بتانے کی کوئی ضرورت نہین ہے کہ یہہ تمام خطاب اور مراتب وہی ہین جو سلاطین دہلی کے یہاں خصوصاً خاندان تغلق کے زمانہ مین مروج تھے (۱)

| خطابات | خطابات مین اعلی درجہ کا خطاب خواجہ جہان (۲) تہا - اوس کے بعد ملک التجار (۳) کا درجہ

تہا - اسکے بعد ملکی کا خطاب تہا (مثلاً نظام الملک فخر الملک قوام الملک عماد الملک وعلی ہذا) دو لائی اور جنگی کے خطابات اوس زمانہ مین مروج نہ تھے - اخیر درجہ کا خطاب خانی کا تہا لیکن اس مین سب سے بڑا خطاب خانخانان کا سمجہا جاتا تہا - اور اوسکے بعد خانجہان اور خان زمان وغیرہ کا درجہ تہا - یہہ خطابات بھی سلاطین دہلی کی تتبع سے اختیار کئے گئے تھے صرف ملک التجار کا خطاب نیا تھا -

| عہدہ ہائے سلطنت | اعلی درجے کے عہدے حسب ذیل تھے -

(۱) وکیل السلطنت

(۱) تاریخ فیروز شاہی شمس سراج عفیف و تاریخ ضیاء برنی -
(۲) یہہ خطاب سلطان علاء الدین ثانی نے خواجہ مظفر علی استرآبادی کو دیا تہا -
(۳) سلطان احمد شاہ بہمنی نے اپنی تخت نشینی کے بعد یہہ خطاب خلف حسن بصری کے لئے ایجاد کیا تہا جس نے

(۲) وزیر کل

(۳) امیر حملہ

(۴) اشراف

(۵) نظارت

(۶) پیشوا

(۷) کوتوال دار السلطنت

(۸) صدر جہان

اس وقت یہہ معلوم ہونا کہ ان عہدون سے کیا کام متعلق تھے دشوار ہے اور کسی تاریخ
مین اس کی تفصیل نہین مل سکتی لیکن اس قدر معلوم ہوتا ہے کہ وکیل سلطنت کا عہدہ سول عہدہ
مین برترین تھا اور وہ زیادہ تر بطور وزیر صیغہ خارجہ کے ہوتا تھا اور بادشاہ کی غیر حاضری
مین کاروبار سلطنت کو انجام دیتا تھا۔ جب کوئی شخص اس عہدہ پر مقرر ہوتا تھا تو اوسکو
ایک انگشتری بطور علامت عہدہ کے دیجاتی تھی ۔ وزیر کل تمام انتظام اندرونی کا ذمہ وار تھا
اور امیر حملہ بطور لارڈ چیمبرلین (میر اخور) کے ہوتا تھا۔ کوتوال شہر نہ صرف افسر پولیس

بقیہ نوٹ ص ۳۶ ۔ اوسکو تخت سلطنت حاصل کرنے مین اپنی مستعدی اور خوش تدبیری سے بہت مدد
تھی ۔ اور چونکہ یہہ شخص سوداگر تھا اسلئے یہہ خطاب اوس کے لئے تجویز کیا گیا ۔ مگر بعد مین بلا لحاظ مناسبت
کے دیا جانے لگا ۔

ہوتا تھا بلکہ معمولی مجرموںکو بحیثیت مجسٹریٹ سزا بھی دیتا اور مہتمم مجالس بھی ہوتا تھا - صدرجہاں قاضی القضاۃ کا لقب اور وہ گویا بطور چیف جسٹس کے ہوتا تھا - باقی عہدوں کی کچھہ کیفیت معلوم نہیں ہوسکی مگر یہہ لازم نہ تھا کہ ہر عہدہ پر علحدہ شخص مقرر کیا جاے بلکہ اکثر اوقات متعدد عہدے ایک ہی شخص کو دئے جاتے تھے -

دارالسلطنت سلطان علاءالدین حسن گنگو بہمنی نے گلبرگہ کو دارالسلطنت بنا کر حسن آباد نام رکھا تھا جہاں ابھی تک ایک قدیم مسجد جس کا طرز عمارت اپنی آپ ہی نظیر ہے اور حضرت شاہ سید محمد گیسو دراز کا خوبصورت گنبد سلطنت بہمنیہ کی شان و شوکت پر شہادت دے رہا ہے مگر بعد میں احمد شاہ ولی بہمنی نے خوشگواری آب و ہوا کی وجہہ سے بیدر میں جو ایک بہت قدیم شہر ہے منتقل کر کے اوس کا نام احمد آباد (۱) رکھا - شہر کے گرد فصیل اور اوسکے اندر وسیع بازار بناے گئے اور وسط شہر میں قلعہ ارک پتھر اور چونے سے تعمیر کیا گیا جسمیں متعدد شاہی محل تھے اور ہر محل کا خاص نام ہوتا تھا چنانچہ ایک محل کا نام نگینہ محل تھا - شہر کے باہر کثرت سے باغات تھے جنمیں پر تکلف مکانات بنے ہوئے تھے - ایک باغ کا نام جو سلطان علاءالدین نے لگایا تھا نعمت آباد تھا -

اشاعت علم سلاطین بہمنیہ کو اشاعت علم کی طرف بہت توجہہ تھی تمام شہروں اور قصبوں

(۱) بیدر کا نام اورنگ زیب کے زمانہ تک احمد آباد رہا مگر اوس نے اوسکو بدلکر محمد آباد کر دیا اور اس لئے ابھی تک محمد آباد بیدر مشہور ہے (از اخبار الاخیار)

اور بڑے بڑے موضعون مین مسجدین تھین اور ہر مسجد کے متعلق ایک مدرسہ تہا جس مین عربی وفارسی کی تعلیم ہوتی تھی - ان مدرسون کا خرچ اوقاف سے چلتا تہا جو مسجدون سے متعلق ہوتے تھے اور آبادی کے خیال سے ہر مسجد مین امام و موذن و فراش مقرر تھے - محمود شاہ بہمنی (المتوفی ۱۳۹۷ء) نے ایک سخت قحط کے بعد یتیمون کے لئے گلبرکہ - بیدر - قندہار ایلچپور - دولت آباد - جنیر - جیول - دابل وغیرہ مین یتیم خانہ قایم و یتیمون کی تعلیم و تدریس کے لئے معلم مقرر کئے - سلاطین بہمنیہ نے رعایا کی تعلیم کا ایسا اچہا انتظام کیا تہا کہ اوس کا اثر ابھی تک اون کے ممالک محروسہ کے حدود سے محو نہین ہوا -

تعمیرات عامہ سلاطین بہمنیہ نے کبھی تعمیرات عامہ کی طرف مثل دوسرے سلاطین اسلام کے توجہ نہین کی صرف سلطان علاء الدین ثانی نے ایک دارالشفا بیدر مین تعمیر کی تہی جہان مریضون کو مفت دوا ملتی تہی اور بے استطاعت لوگون کے رہنے کا بہی بندوبست تہا اور اونکو کہانا کپڑا سرکار کیطرف سے ملتا تہا - سواے اس ایک دارالشفا اور چند مقبرون اور مسجدون کے اور کوئی عام فایدہ کی عمارت مثل سراے و چاہ اور مدارس وغیرہ شہرک تعمیر نہین ہوئی اور نہ کسی نے آب رسانی کا کارخانہ قایم کیا اور نہ ڈاک کی چوکیان بنائین - سلاطین بہمنیہ کی یادگارین فقط مستحکم پہاڑی قلعے ہین جو آج بھی گرم و سرد زمانہ کا ویسے ہی استقلال سے مقابلہ کر رہے ہین جیسا کہ پانسو برس پیشتر اپنی تعمیر کے

وقت کرتے تھے[1]۔

انتظام پولیس عدالت | حفظ امن و انسداد جرایم کے خیال سے ہر شہر اور گانو مین پولیس اور قضایا کے انفصال کے لئے ایک ایک قاضی یا میر عادل مقرر تہا۔

ہنود کی حالت | سلاطین بہمنیہ کے زمانہ مین ہنود کی حالت بہت اچھی تھی۔ مسلمان حکومتون کا خاصہ ہے کہ وہ کبھی مفتوحین کے رسم و رواج کے بجاے اپنے رسم و رواج کو قایم نہین کرتین اور اسی لحاظ سے سلاطین بہمنیہ نے جو عہدے قدیم سے چلے آتے تھے اون کو موقوف نہین کیا بلکہ خود اپنی طرف سے قایم کرکے مستحکم کیا۔ سلطان علاء الدین حسن بہمنی کی شکر گذاری نے نہ صرف اپنے قدیم سرپرست برہمن کے نام کو اپنے نام کا جزو اور اوسکی ذات کو اپنے خاندان کا لقب قرار دیا تہا بلکہ گنگو کو بھی سردفتر حساب مقرر کیا۔ یہی وہ پہلا برہمن ہے جسنے اسلامی پادشاہون کی ملازمت اختیار کی لیکن اوسنے کسی ایسی ساعت سعید مین اپنی خدمت کا جایزہ لیا تہا کہ ابھی تک اوس کے ہمقوم شاہان دکن کے حسابات پر حاوی ہین۔ ہندوؤن پر کوئی خاص ٹکس نہین تہا اور نہ وہ ممنوع الملازمت تھے۔ اون کو فوج مین بھی عہدے دئے جاتے تھے۔ گو کہ اسمین عام اسلامی پالسی کے لحاظ سے جسکی ضرورت کو ہندو سلطنتون کے قرینے اور بھی مستحکم کر دیا تہا کسیقدر احتیاط کی جاتی تھی۔

(۱) کرنل میڈوز ٹیلر۔ آرکی ٹیکچر اف بیجاپور۔

رحم دل پالسی | سلطان محمد شاہ اول نے کشن راے والی بیجانگر سے معاہدہ کیا تہا کہ فقرا ومساکین وعورات واطفال جنگ کے وقت قتل سے محفوظ رہین اور جو شخص زندہ گرفتار ہو اوسکو کسی قسم کا آزار نہ پہونچایا جائے - یہہ خوشی کی بات ہے کہ سواے سلطان احمد شاہ ولی بہمنی کے (اور اوس نے بھی محض تنگ آکر) اورکبھی کسینے اس معاہدہ کی خلاف ورزی کرکے اپنے دامن کو آلودہ نہین کیا یہہ ایسی مقبول اور رحم دل پالسی ہے کہ گو اس کی ضرورت کو اسوقت سب لوگ تسلیم کرتے ہین مگر اوسکی پوری پابندی کسی مہذب سی مہذب سلطنت سے بھی نہین ہوسکتی -

فوج | سلاطین بہمنیہ کی فوج کی تعداد کبھی کسی زمانہ مین پچاس ہزار سوار سے زیادہ نہین ہوئی اور ان کے علاوہ ہر لشکر کے ساتھ متعدد ہاتھی اور توپ خانے ہوتے تھے معلوم ہوتا ہی کہ ہنوز بیجانگر کے یہان توپ خانے کا سب سے پہلے رواج ہوا مگر ۱۳۶۶ء مین محمد شاہ اول نے بیجانگر پر چڑہائی کی اور ایک کامیاب لڑائی مین کئی توپین (۱) اوسکے ہاتھ آگئین جسکے بعد اوس نے توپین اور باروت بنانے کے کارخانے قایم کئے - توپچی کی خدمت پر عموماً رومی فرنگی رکھے جاتے تھے اور حفاظت کی غرض سے رات کیوقت توپون کو زنجیرون مین جکڑ دیا کرتے تھے - بندوقین ابھی تک ایجاد نہ ہوئی تھین - اس لئے معمولی لڑائیون مین توپین زیادہ کام

(۱) سر ہنری ایلیٹ نے لکھا ہی کہ اتنے قدیم زمانے مین ہندوستان مین توپون کا استعمال ہونا قرین قیاس نہین ہے لیکن جس تاریخی شہادت پر کہ یہہ واقعہ مبنی ہے وہ نہایت قوی ہے اور جبکہ یہہ مسلم ہی کہ ۱۳۴۶ء مین یورپ مین توپون کا رواج ہو گیا تہا تو ہندوستان مین ۱۳۶۶ء یا اوسکے قریب مین توپونکا مروج ہونا خلاف قیاس نہین ہوسکتا -

نہ آتی تھین صرف محاصرون مین اپنی زہرہ شگاف آواز سنا کر قلعہ کی دیوارون کو خاک مین ملاتی تھین۔ توپون کے ساتھ منجنیقون (گوپھنون) سے بھی قدیم طریقے کے بموجب محاصرون مین کام لیا جاتا تھا۔ خواجہ جہان کی وفات کے تھوڑے عرصہ بعد ایک پرتگیزی سیاح (۲) ڈوارٹ باربوسا نامی نے دکن کا سفر کیا تھا اوس نے اپنے سفرنامہ مین دکن کی فوج کے بہت دلچسپ حالات لکھے ہین وہ تحریر کرتا ہو کہ "فوج مین سوارون کی کثرت تھی جو عموماً ایران و ترکستان وغیرہ کے رہنے والے تھے وہ چھوٹی چھوٹی کاٹھیون پر سوار ہوتے تھے اور اون کا لباس سوتی کپڑے کا ہوتا تھا اور سرون پر مختصر ٹوپیان اوڑھتے تھے بعض روئی دار کرتیان پہنتے تھے اور بعض زرہ بھی استعمال کرتے تھے اور گھوڑون کو تارون کی جھولون سے مسلح کرتے تھے اون کی گردنون مین ترکی کمانین ہاتھون مین لمبے لمبے سبک نیزے جنکی چوبھلی اتی تین ہاتھ لمبی ہوتی تھی اور کمر مین ترکش لگے رہتے تھے۔ تیر اندازی مین عموماً سبکو اچھی مشق ہوتی تہی۔ ان ہتیارون کے علاوہ بعض کے پاس کٹار اور تبر اور دو تلوارین پرتلے مین گویا کہ ہر سوار کے پاس نو سپاہیون کے ہتیار رہتے تھے۔ زمانہ سفر مین سامان رسد کو بیلون پر لاد کے لیجاتے تھے اور سردارون کے آرام و آسایش کی غرض سے سوتی خیمے ساتھ رہتے تھے توپون کا رواج اچھی طرح ہو گیا تھا۔ اور اکثر ترک توپچی کی خدمت پر مقرر کئے جاتے تھے۔ بیجانگر کی فوج مین اکثر فوج تو پیدل لوگوں کی ہوتی تھی اور معدودے چند سوار ہوتے تھے پیدل فوج

(۱) اسٹنیلی کا سفرنامہ باربوسا۔

مین سے ہر شخص کے پاس ڈھال تلوار اور کمان و ترکش ہوتے تھے اور اونکو تیر اندازی مین اچھی مشق ہوتی تھی - یہہ لوگ دھوتی باندھتے تھے اور اوپر کے جسم پر کوئی کپڑا نہ پہنتے تھے - سر پر مختصر ٹوپیان ہوتی تہین" - مگر جب کہ[1] ایسی فوج رکہنے کا ہمیشہ یہہ نتیجہ ہوا کہ اہالی بیجانگر کو شکستین ہوئین تو دیو راے راجہ بیجانگر نے جو بہت اولوالعزم تہا سلطان علاء الدین ثانی کے زمانہ مین فوج مین بہت سی اصلاحین کین اوسنے سوارون کی تعداد کو اٹھارہ ہزار سے ستر ہزار کر دیا - اور کثرت سے مسلمان فوج مین بھرتی کئے گئے اور اونکی دلدہی کے لئے ایک مسجد بیجانگر مین تعمیر کر دی اور ہر روز صبح کیوقت جب دربار مین بیٹھتا تہا تو رحل پر کلام اللہ اپنے سامنے رکھ لیتا تا کہ مسلمان اوسے دیکھکر سر جھکائین - اس کے علاوہ اوسنے سپاہیون کی تنخواہ مین بھی اضافہ کیا اور تیر اندازی کی مشق کی طرف بھی توجہہ کی -

سوسایٹی اس زمانہ مین یا اس سے تھوڑے زمانہ بعد جن سیاحون نے کہ دکن کی سیر کی تھی اونکی سفرنامون سے معلوم ہوتا ہے کہ سوسایٹی پھیلی تہی - سب سے بڑا گروہ دکن کے اصلی باشندون ہنود کا تہا - اس کے بعد دکنی مسلمانون کا گروہ تہا جو عموماً ترکون - عربون - ایرانیون - اور حبشیونکی نسل سے تھی مگر اس گروہ مین نومسلم بھی اپنے آپکو شمار کرتے تھے - ان کے بعد تازہ ولایت عربون ایرانیون ترکون اور حبشیونکا درجہ تہا جو عموماً اس ملک کو اپنا وطن بنا کر

(۱) (تاریخ فرشتہ)
(۲) اسٹینلی کی کتاب باربوسا و کرزو انجر - تاریخ فرشتہ - مآثر برہانی -

یہین شادی بیاہ کر لیتے تھے ہر شخص زیادہ تر اپنے ہی رسم و رواج کا پابند تھا لیکن باہمی
میل جول کی وجہہ سے مسلمانون کے رسم و رواج پر بھی ہندوون کا اثر نمودار ہو چلا تھا۔
شہر نشین مکانات عموماً پختہ ہوتے تھے اور صاحب مقدرت تیہرون کے مکانات مین بھی رہتے
تھے تمام شہرون مین مسافرون کے لئے سرائین ہوتی تہین اور بازار وسیع اور دوکانون
مین ہر قسم کے اجناس فروخت کے لئے موجود رہتی تہین ۔ علم کا عام طور پر رواج اور
عالمون کی قدر تھی ۔ لباس اکثر لوگ رنگ برنگ کے ریشمی کپڑون کا پہنتے تھے اور شراب کا
رواج عموماً طبقۂ امرا و سلاطین مین تہا ۔ موروثی امرا کا کوئی طبقہ نہ تہا ۔ ہر امیر کا خطاب
ذاتی اور جاگیر مشروط بالجمعیت ہوتی تھی اور سامان امارت مثل میانہ و فیل و اسپ
بادشاہ کی ملک سمجھا جاتا تہا ۔ اسی وجہ سے ادنی سے ادنی درجہ کا آدمی اعلیٰ سے اعلیٰ
مرتبہ پر جوہر ذاتی سے پہونچ سکتا تہا ۔ غلامی کوئی عیب نہ تھی بلکہ بندگی خداوندی کا زینہ
سمجھی جاتی تھی ۔ تجارت کو بھی لوگ حقارت کی نظر سے نہ دیکھتے تھے بلکہ ایک شریف پیشہ سمجھتے تھے

اصلاحات انتظامی

خواجہ جہان محمود گاوان کی جنگی زندگی اور سلطنت بہمنیہ کی عام حالت دکہانے
کے بعد مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اون اصلاحون کی طرف توجہہ کیجاے جو اوس نے انتظام مملکت
مین کین ۔ سلطان علاء الدین حسن گنگو بہمنی جب ۱۳۵۸ء مین فوت ہوا تو خاندان بہمنیہ کے
قبضہ مین اوس وقت ملک مہاراشٹر اور صوبہ تلنگانہ کا کسیقدر حصہ اور اضلاع رائچور

ومدگل کرناٹک مین تھے - جب محمد شاہ بہمنی اپنے باپ کی جگہہ تخت شاہی پر جلوہ گر ہوا
تو اوس نے سب سے پہلا کام یہہ کیا کہ ملک کو چار صوبون مین جنکا نام اوس نے اطراف رکہا تقسیم کیا
اور ہر صوبہ مین ایک طرفدار مقرر کیا - ایک سو بیس برس کے عرصہ مین راجایان بیجانگر و
تلنگانہ و کاکن و اوڑیسہ کے ممالک کا اکثر حصہ فتح ہوا اور سوا بیجانگر کے کوئی مخالف حکومت
قرب و جوار مین باقی نرہی اس لئے ملک کی حدود بہت وسیع ہو گئین مگر باوجود اس کے
قدیمی تقسیم قایم رہی جس مین وہ تمام نقص نمودار ہو گئے جو کسی ایسے طریقہ مین پائے جاتے ہین
جسکی نظر ثانی باوجود حالات کے بدلجانے کے نہ کی گئی ہو - اور ہر صوبہ کا طرفدار اس قدر قوی ہو گیا
کہ اوسکو حد اعتدال مین رکہنا دشوار تہا - آخرکار خواجہ جہان محمود گاوان نے ۱۴۸۰ء مین
خیال کیا کہ اصول سیاست کے بموجب حکومت کو اسطرح تقسیم کرنا چاہیے کہ کسی ایک شخص کے
ہاتھ مین زیادہ قوت جمع نہو اور بادشاہ کا قابو سب پر یکسان رہے اس لئے اوس نے تمام ملک کو
بجاے چار اطراف کے آٹھہ صوبون مین تقسیم کیا جسکی تفصیل یہہ ہے -

تقسیم قدیم	تقسیم جدید
(۱) گلبرگہ	(۱) بیجاپور - جس مین رایچور و مدگل اور بہت سے اضلاع دریاے ہون تک شریک کئے گئے
	(۲) حسن آباد - جس مین اضلاع گلبرگہ و نلدرگ

تقسیم قدیم	تقسیم جدید
	وشودراپور شامل ہوے ۔
(۲) دولت آباد	(۳) دولت آباد ۔
	(۴) جنیر۔ اس مین کانکن وگوا وبلگاون بھی شریک تھے ۔
(۳) تلنگانہ	(۵) راجمندری ۔ جس مین اضلاع نلگنڈہ واوریا شریک تھے ۔
(۴) برار	(۶) ورنگل ۔
	(۷) گاویل ۔
	(۸) ماہور ۔

اوراس غرض سے کہ بادشاہ کارعب وداب تمام صوبون پرقایم رہے اورحالات معلوم ہوتے رہین اوسنے ہرایک صوبے سے بعض بعض دیہات کو بادشاہ کے اخراجات کیلئے خاص کیا جس سے تمام ملک پر شاہی نگرانی قایم ہوگئی سلطان علاءالدین حسن گنگو بہمنی کیوقت سے ایک یہہ بات بھی چلی آتی تھی کہ جس سمت مین جتنے قلعے ہوتے تھے وہ اوسی سمت کے طرفدار کی تحت مین رہتے تھے اور وہ جسکو چاہتا تھا اپنی طرف سے قلعدار مقرر کردیتا تھا اسکا یہہ نتیجہ

تہا کہ طرفداروں کی قوت بے حد بڑہ جاتی تھی اور جب جی مین آتا تہا سرکشی کر بیٹھتے تھے
خواجہ جہان نے اس طریقے کو بھی موقوف کیا اور قرار دیا کہ صرف ایک قلعہ سرلشکر سمت کی تحت
مین رہے باقی قلعون پر بادشاہ کیطرف سے امرا و منصبدار قلعہ دار مقرر ہوا کرین اور اونکو اور اونکی
فوج کو شاہی خزانہ سے تنخواہ ملا کرے - ان لوگون کے تقرر سے نہ صرف طرفدارون کی قوت مین کمی
ہوئی بلکہ یہہ لوگ اونکے افعال کے نگران بھی رہتے تھے - انتظام مالگزاری کے متعلق یہہ بندوبست
کیا کہ مالکان اراضی کی حیثیت کو مشخص کرکے رجسٹرون مین درج کیا اور دیہات تعلقات و اسامی
کی جمعبندی کو احاطۂ تحریر مین لاکر ایسا سیدہا سادہ طریقہ جاری کیا کہ جس سے رقم وصول شدہ
کی بھی آسانی سے تنقیح ہو سکے اور رعایا بھی استحصال بیجا سے محفوظ رہے - تاریخ ہندوستان
مین بندوبست مالگزاری کی یہہ پہلی مثال ہے اور خواجہ جہان محمود گاوان کو یہہ فضیلت حاصل
کہ اوس نے سب سے پہلے ایک ایسے ضروری انتظام کیطرف توجہہ کی جسکا اثر ہندوستان کی ۵۰
فیصدی مخلوق کی آرام و آسایش پر پڑتا ہے اور جس کو آجتک انتظام سلطنت کا سب سے بڑا جزو سمجہا
جاتا ہے - اسکے علاوہ تمام دیہات کی حدبندی بھی کی یہہ سب سے ایسے عمدہ انتظامات تھے
کہ اون کا اثر رعایا پر تو اچھا پڑا مگر طبقۂ امرا مین عام ناراضی پھیل گئی -

انتظام فوج

خواجہ جہان محمود گاوان نے انتظام فوج کی طرف بھی پوری توجہہ کی کیونکہ اوسکی
اصلاح کی اوس پرآشوب زمانہ مین جبکہ قوی دشمن سلطنت بہمنیہ کو ہر طرف سے گھیرے ہوئے تھے

بہت ضرورت تھی - سلطان علاء الدین حسن گنگو بہمنی کیوقت سے یہہ طریقہ چلا آتا تہا کہ افواج کے کمانڈروں کے دو درجے تھے ایک تو پانصدی - دوسرا ہزاری - سرلشکران پانصدی کو ایک لاکہہ ہن[1] سالانہ ملتے تھے اور امراء ہزاری کو دو لاکہہ ہن - اور یہہ روپیہ یا تو نقد دیا جاتا تہا یا اوسکے معاوضے مین جاگیر دیجاتی تھی - چونکہ سپاہی کی کوئی تنخواہ مقرر نہ تھی اور گنتی کا بھی کوئی قاعدہ یا ضابطہ نہ تہا اس لئے سرلشکر نہ تو ٹہیک تعداد مین فوج رکھتے تھے اور نہ سپاہیون کو معقول تنخواہ دیتے تھے کہ وہ دل سے سرکاری خدمتین بجالاتے - خواجہ جہان نے سپاہی سے لیکر امرائے ہزاری تک کی تنخواہ مقرر کر دی اور زمانہ کی حالت کے لحاظ سے اوس مین معتدبہ اضافہ کیا اور قرار دیا کہ امرائے پانصدی کو ایک لاکہہ پچیس ہزار ہن اور ایک ہزاری کو دو لاکہہ پچاس ہزار ہن ملا کرین - مگر اوسکے ساتہہ ہی حاضری کا ایسا طریقہ مقرر کیا کہ اگر ایک سپاہی بھی تعداد مقررہ سے کم رکھا جاتا تو سرلشکر کی تنخواہ سے اسیقدر رقم وضع ہوجاتی تھی جو ایک بہت ضروری اصلاح تھی - اس کے علاوہ محمود گاوان فوج کے خوش رکھنے کی اور بھی تدبیرین کرتا رہتا تہا اوسکو سپاہی کے دل لبہانے کے ایسے ڈہنگ یاد تھے کہ اوسکا وار کبھی خالی نہ جاتا تہا - جب ۸۷۴ ہجری ۱۴۷۲ء مین دکن مین دو سالہ قحط پڑا جس سے تمام ملک ویران ہو گیا اور اوسکے بعد راجہ اوڑیسہ نے موقع پا کر بہت سی فوج کے ساتہہ یورش کی تو شاہی فوج کو بد دل و ہراسان دیکھ کر

---

(۱) ایک ہن ساڑہے تین روپیہ کلدار کے برابر ہوتا ہے -

خواجہ جہان نے بادشاہ کو مشورہ دیا کہ ایک سال کی تنخواہ تقسیم کر دیجائے - جس سے سب لوگ اسقدر خوش ہوئے کہ خوب جی توڑ توڑ کر لڑے -

آفاقی و دکنی

خواجہ جہان ایک نہایت دانشمند آدمی تہا چونکہ ملک التجار خلف حسن بصری کا واقعہ اوسکے آنے سے چند ہی روز پیشتر ہوا تہا اس لئے اوس نے اوسکے دل پر ایسا اثر کیا تھا کہ کبھی محو ہو سکتا - اوس نے کوشش کی کہ دونوں فرقوں مین اختیارات کی میزان کے پلڑوں کو برابر رکھے اور جو شخص بادشاہ کی خیر خواہی اور جوہر ذاتی کا ثبوت دے اوسکی قدر و منزلت بلا لحاظ اسکے کہ وہ دکنی ہے یا حبشی یا آفاقی کیجائے - محمد شاہ کی حکومت کے اوائل مین امرائے نے بہت سر اوٹہایا تہا اسلئے رفتہ رفتہ اونکو ختم کیا گیا اور اونکے بجائے غلامون کی تعداد کے بڑہانے کیطرف توجہ کی گئی - چار ہزار غلام باڈی گارڈ مین داخل کئے گئے جنمین سے دو ہزار حبشی و دکنی اور دو ہزار گرجی و چرکس و قلماق وغیرہ تھے - خواجہ جہان دونون گروہون کو ایک نظر سے دیکھتا تھا چنانچہ جب محمد شاہ نے راے اوریا پر چڑہائی کرنیکا خیال کیا تو اوس نے بادشاہ کو صلاح دی کہ یہ کام ملک حسن بصری کے جو ایک نو مسلم برہمن غلام تہا سپرد کیا جائے - بادشاہ نے اوسکو نظام الملک کا خطاب دیکر اس کام پر متعین کیا اور جب وہ فتح و نصرت کے ساتھ اس مہم سے واپس آیا تو اوسکو سر لشکر تلنگانہ مقرر کر کے خلعت خاص دلوایا - انتظام جدید کیوقت بھی اس اصول کو بخوبی پیش نظر رکہا -

چنانچہ نظام الملک بحری کو طرفدار احمدنگری اور فتح اللہ عماد الملک بانی خاندان عماد شاہیہ کو طرفدار گاویل مقرر کیا اسیطرح آفاقیون مین سے خواجہ جہان نے یوسف عادلخان کو جو اوسکا غلام تہا غلامی کے درجہ سے سرلشکری دولت آباد کے درجہ تک پہونچایا اور فخر الملک گیلانی کا طرفداری بیڑ پر تقرر کیا خاندان شاہی مین سے اعظم خان پسر سکندر خان کو ورنگل کا طرفدار مقرر کیا اور حبشیون مین سے دستور دینار اور خداوند خان کو سرلشکر حسن آباد و ماہور کی عزت بخشی - خواجہ جہان کے ذاتی ملازمون مین ملک اشرف و ملک وحید دکنی بہت بڑا درجہ رکہتے تھے اور فخر الملک دکنی جسکو اوسکے بعد خواجہ جہان کا خطاب ملا اوسکا غلام زادہ تہا - غرض کہ خواجہ جہان تمام گروہون کے حقوق کی پوری پوری حفاظت کرتا تھا اور جس شخص کو لایق پاتا تہا خواہ وہ غلام ہو کر امیر دکنی ہو کہ آفاقی اوسکی قدر کرکے اوسکو ایسے اعلی مرتبہ پر پہونچاتا تھا کہ جسکے وہ لایق ہوتا تہا اسی وجہ سے کسی شخص کو اوسکی بیجا شکایت کا بہت کم موقع ملتا تہا - اہل ملک کا سچا ہمدرد تہا اور اسکا ثبوت اس سے زیادہ کیا ہوسکتا ہے کہ اوس نے دار السلطنت مین ایک عالیشان مدرسہ قایم کرکے ایسا سرچشمہ جاری کر دیا جو تمام ملک کو علم کی برکت سے سیراب کرکے اہل ملک کو اپنے ملک کے انتظام کے قابل بنا دے -

اصلاحی ڈپلومیسی — خواجہ جہان محمود گاوان نہایت دور اندیش مدبر تھا - وہ خوب جانتا تہا

کہ سلطنت کو اوسی وقت فروغ ہو سکتا ہے جبکہ دوسری سلطنتون سے ربط و اتحاد ہو چنانچہ اوس نے جیسے دوستانہ تعلقات کہ محمود شاہ والی گجرات کے ساتھہ قایم کیئے تھے اونکی کیفیت پہلے ہی لکھی جاچکی ہے اور یہہ بھی بتایا گیا ہے کہ یہ دوستی قیام سلطنت دکن کے بارہ مین کسقدر مفید ثابت ہوئی خواجہ جہان تمام دنیا کے مسلمانون کو ایک سمجھتا اور اوسکا منصوبہ یہ تہا کہ تمام اسلامی سلطنتون مین آپسمین دوستانہ تعلقات رہین اور ایک کو دوسری کے ساتھ جیسا کہ اخوت اسلامی کا تقاضا ہے ہمدردی ہو - یہہ وہ مبارک پالسی تھی کہ اگر کاش سب لوگون کا ایسا ہی خیال ہوتا جیسا کہ یقیناً ہونا چاہیئے تو آج اسلام کی پردۂ دنیا پر ایسی بے توقیری ہرگز نہوتی جیسی کہ ہے اور اسلامی سلطنتین بجاے اِسکے کہ ایک دوسرے کے زوال کا باعث ہون ترقی کا سبب ہوتین - اس پالسی کا یہ نتیجہ ہوا کہ قرب وجوار کی سلطنتین شاہ دکن کو حامی دین سمجھنے لگین - جب سلطان الشرق محمود شاہ جونپوری پر برا وقت پڑا تو اوس نے محمد شاہ کے پاس طلب مدد کے لئے ایلچی بھیجے اور گو محمد شاہ بعض مصلحتو نکی وجہ سے مدد نہ دیسکا لیکن سلطنت دکن و جونپور مین دوستانہ تعلقات قایم ہوگئے اسی طرح خواجہ محمد شاہ کی طرف سے سلطان مراد والی ترکی اور سلطان مصر اور شاہ گیلان وغیرہ کو تحفہ تحایف بھیجتا اور اون سے خط وکتابت کرتا رہتا تہا - جب خواجہ جہان کو دکن مین نمایان کامیابی حاصل ہوئی تو اوس نے سلطنت دکن کی عظمت قائم کرنیکے لئے

نی فتوحات کی تفصیلی حالات قریب قریب تمام دنیا کے شاہان اسلام کو لکھے ۔

خواجہ جہان محمود گاوان کی پرایویٹ لایف

اگر خواجہ جہان محمود گاوان کی پرایویٹ لایف کو دیکھا جاے تو معلوم ہوتا ہے کہ ایک صاف شفاف سیمین چشمہ ہے کہ نہایت خموشی سے بہ رہا ہے اور خود تو زور وشور سے پاک ہے مگر جس طرف اوسکا گزر ہوتا ہے اوسکے کنارون پر ہری ہری کہیتیان موجود ہوجاتی اور خوشنما پھول اوسکے شفاف پانی مین اپنی دلربا تصویر دیکہہ کر جوش مسرت سے ہنستے ہین ۔ خواجہ جہان جسوقت کرسی وزارت پر جلوہ افروز ہوتا تہا تو ایک ذیجاہ امیر معلوم ہوتا اور اوسکی اردلی مین چار ہزار سوار رہتے تہے جنمین سے دو ہزار ترک تو خود اوسکے نوکر اور دو ہزار بادشاہ کیطرف سے مقرر تہے لیکن جب اپنے مکان پر جاتا تو اوسکی حالت بدلجاتی تہی اوس نے تمام عمر اپنی تنخواہ سے ایک پیسہ اپنی ذات پر خرچ نہین کیا اور گو ایسے جاہ ومرتبہ پر پہونچ گیا تہا لیکن اوسنے اپنے شریف پیشہ تجارت کو ترک نہین کیا بلکہ اوسیکو کسب معاش کا ذریعہ سمجہتا رہا ۔ ایران سے جب ہندوستان آیا ہے تو اوسکے پاس چالیس ہزار لاری[1] تہے اور اسی راس المال سے اوس نے اپنے کاروبار وتجارت کو مرتے دم تک قایم رکہا تجارت سے جو نفع ہوتا تہا اوس مین سے ہر روز بارہ لاری اپنے خرچ کے لئے نکال لیتا تہا اور جو باقی رہتا تہا

(۱) ایک لاری (۵/) کلدار کے برابر ہوتا ہے ۔

اوسمین سے کچھہ تو اپنی مان اور عزیزون کو اور کچھہ مختلف ممالک کے زاہدون اور عالمون
اور واجب الرعایت لوگون کو بہیجا کرتا تہا جن سے اثنای سفر مین ملاقات ہوئی تھی -
خواجہ جہان کے اس خزانہ کا نام "خزانۂ درویشان" تہا اور اسکے سوا ایک دوسرا خزانہ تہا
جسکا نام "خزانۂ شاہ" تہا اوسکی یہ کیفیت تہی کہ جو کچھہ جاگیر سے وصول ہوتا تھا اور یہ امر
بہی قابل ذکر ہے کہ اوسکی جاگیر مین تیس ہزار گاؤن تھے[1] اوسمین سے گھوڑے ہاتھیون
اور سرکاری باورچیخانہ کا ایک مہینہ کا خرچ نکال لیتا تھا اور باقی کو "خزانۂ شاہ" مین
جمع کرکے اوسکو بھی فقرا و مساکین مین تقسیم کر دیتا تہا اپنے خرچ کے لئے ایک کوڑی بھی
نرکہتا تہا اگرچہ مطبخ سرکاری مین عمدہ عمدہ کہانے پکتے تھے مگر وہ اونکو چکھتا بہی نہ تھا
اوسکے لئے صرف ایک قسم کا کہانا پکتا تہا اور وہ بھی مٹی کی ہانڈی مین - آرام و آسایش
کی یہہ کیفیت تہی کہ پلنگ پر بھی نہ سوتا تہا بلکہ زمین پر چٹائی بچھاکر پڑ رہتا تہا اس شخص
کی پرائیوٹ لایف بالکل ایسی تہی جیسی کسی فقیر یا اہل اللہ کی ہوتی ہے جو فرق کہ ایک
عہدہ دار سرکاری کی پبلک اور پرائیوٹ لایف مین ہونا چاہیے اوس نے اوسکو خوب
سمجھا تہا اور وہ جانتا تہا کہ تنخواہ جو سرکار کیطرف سے ملتی ہے وہ اپنی زندگی آرام و آسایش
سے بسر کرنیکے لئے نہین ہوتی بلکہ رفاہ خلایق کے لئے ملا کرتی ہے - کسب حلال کا

(۱) ماثر برہانی -

ویسا شایق تہا کہ باوجود اتنی ثروت کے اوس نے اپنے پیشہ کو ترک نہیں کیا۔ خالی وقت مسجد و مدرسہ مین طالب علمون اور عالمون اور فقیرون کی صحبت مین گزرتا تہا، وہ شب برات اور دوسری متبرک راتون کو بھیس بدلکر اشرفیون کی تہیلیان لیکر تمام شہر مین گشت لگاتا تہا اور عاجزون اور بے نوا لوگون کو دیکر اون سے کہتا تہا کہ یہ بادشاہ کا عطیہ ہے اوسکے قیام دولت کے لئے دعا کرو۔[1]

اولاد سے جو دنیا مین بڑی دولت سمجھی جاتی ہے خدا نے اوسکو محروم نہ کیا تہا اوسکے تین بیٹے تھے بڑے کا نام علی تہا جو اسقدر لایق ہوا کہ باپ کی زندگی ہی مین ملک التجار کا خطاب ملا اور ایک دفعہ راجہ بیجانگر کے مقابلہ مین بہیجا گیا اوسکا منجھلا بیٹا عبداللہ حسین شاہ گیلان کے یہان ملازم تہا اور اوسکی سفارش مین خواجہ جہان اعیان گیلان کو اکثر خطوط لکہا کرتا تہا اور جب آخر مین وہ بدراہ ہو گیا تو اوس نے سلطان علاءالدین والی گیلان اور اوسکے وزراء کو اکثر خطوط اوسکو راہ راست پر لانے کے لئے لکھے۔ اوسکے چھوٹے بیٹے کا نام الفخان تہا۔ اوسکے نام کے چند خطوط ریاض الانشاء مین موجود ہین جنمین وہ اوسکو تعلیم و تربیت کا شوق دلاتا اور بدراہی سے متنبہ کرتا ہے اور کبہی کبہی بہت سختی سے اوسکو سرزنش و ملامت کرتا ہے۔ ان خطوط کے دیکہنے

(۱) تاریخ فرشتہ و ریاض الانشاء۔

معلوم ہوتا ہے کہ اوس کو اپنی اولاد کی تعلیم و تربیت کا ازحد خیال تہا۔ اعزا و اقربا سے بھی اوسکو بہت محبت تھی اور اپنے بھتیجون سے اکثر خط و کتابت کیا کرتا اور اپنے بڑے بہائی شمس الدین محمد کا بہت ہی ادب کرتا تہا۔

تزک و احتشام | جب یوسف عادل خان ۸۸۳ھ مین قلعہ انتور کی فتح کے بعد محمد آباد بیدر آیا تو سلطان محمد شاہ اسقدر خوش ہوا کہ خواجہ جہان کو حکم دیا کہ ایک ہفتہ تک اوسکی دعوت مہمانی کرے اور کوئی تکلف اوٹہا نرکہے خواجہ جہان نے عرض کیا کہ یہہ باتین بغیر موجودگی بادشاہ کب نصیب ہوسکتی ہین بادشاہ نے اوسکا مطلب سمجھکر جواب دیا کہ پہلے یوسف عادل خان کی دعوت کرو اوسکے بعد ہمارا نمبر بھی آجائیگا۔ خواجہ جہان نے ایک ہفتہ تک یوسف عادل خان کو اپنے گہر مہمان رکہا اور اوسکی مدد سے اپنے گہر کو خوب سجایا۔ آٹھوین روز بادشاہ بھی باجاہ و جلال خواجہ جہان کے یہان آیا اور ایک ہفتہ مہمان رہا چلتے وقت خواجہ جہان نے اتنے تحفہ تحائف بادشاہ کی نذر گزرانے کہ سب لوگ حیرت مین رہگئے۔ منجملہ ان تحفون کے پچاس سونیکے طباق تھے جو اتنے بڑے تھے کہ سالم بکرے کا کباب اون مین آجاے اور اونکے سرپوش مرصع تھے اور سو غلام چرکس و دکنی و حبشی تھے جن مین سے ہر غلام لکھنے پڑہنے اور گانے بجانے سے واقف تھا۔ اور سو گھوڑے ترکی و عربی و عراقی تھے اور سو چینی کی رکابیان اور پیالے تھے جو ایسے خوبصورت اور عمدہ تھے کہ

بادشاہون کو بھی نصیب نہون یہ تحائف تو بادشاہ کو دئیے اُنکے علاوہ امراء کو بھی حسب حیثیت بیش قیمت ہدایہ دئیے اور اوسکے بعد نقد و جنس سے جو کچھہ گھر مین تہا بادشاہ کے سامنے پیش کرکے کہا کہ "یہ جو کچھہ ہے سب بادشاہ کا ہے سلطان کو اختیار ہے جسے چاہے بخشدے"۔ سلطان محمد شاہ یہ دیکھکر بہت خوش ہوا اور اوس نے ازراہ عنایت فرمایا کہ "مین نے قبول کرکے پھر اوسی شخص کو بخشدیا جو اوسکا سب سے زیادہ مستحق ہے"۔(۱)

خودانکسار — جب فتح کوکن کے بعد خواجہ جہان محمد آباد بیدر آیا اور بادشاہ اوسکے یہان مہمان رہا اور اوسکے جاہ و منصب مین اسقدر ترقی ہوئی کہ آج تک کسی کو یہ درجہ نصیب ہوا تہا اور ملکہ مخدومہ جہان نے اوسکو بہائی کہا تو بادشاہ کے جانیکے بعد اسقدر مغموم ہوا کہ ایک کوٹھری مین بند ہوگیا اور کپڑون کو پہاڑ کر ٹکڑے ٹکڑے کردیا اور اسقدر رویا کہ بیہوش ہوکر زمین پر گرا جب ہوش مین آیا تو فقیرانہ لباس زیب بدن کیا اور محمد آباد بیدر کے علماء و فضلاء و سادات کو جمع کرکے جو کچھہ مال و متاع تاجری و امیری کے زمانہ مین جمع کیا تہا سب اونمین تقسیم کردیا اور اپنے پاس سوائے کتابون اور اسپ و فیل کے کچھہ نہ رکہا۔ ملا شمس الدین محمد جرجانی نے جو ایک مستند عالم اور خواجہ جہان کے مصاحبون مین داخل تھے دریافت کیا کہ "یہہ کیا بات ہے کہ آپنے سب مال تو وقف کردیا مگر کتابون اور ہاتھی گھوڑون کو

(۱) تاریخ فرشتہ۔

ہاتھ نہین لگایا"۔ خواجہ جہان نے جواب دیا کہ "جب سلطان محمد شاہ میرے گھر آیا اور بلکہ مخدومہ جہان نے مجھے بھائی کہا تو شیطان نے میرے دل مین وسواسہ پیدا کیا کہ "ہیچو من دیگرے نیست" اوسوقت مین نے اپنے نفس پر لعنت کر کے بادشاہ سے بات کرنی موقوف کر دی بادشاہ نے دریافت کیا کہ یہہ کیا کیفیت ہے مین نے عرض کیا کہ "دل مین درد ہے جس سے خفقان کو زور ہوا ہے" بادشاہ سمجھا کہ مین بیمار ہو گیا اس لئے مجھے آرام کرنے کا حکم دیکر اپنے محل کو سدھارا۔ اسی لئے مینے تمام جاہ وحشم کو جو غرور کی جڑ ہے غارت کر دیا اور کتابون کو اس وجہہ سے رکھہ لیا کہ یہہ طالبعلمون کے لئے وقف ہین میرا مال نہین۔ اور ہاتھی گھوڑون کا یہہ حال ہے کہ وہ سلطان کا مال ہے۔ یہہ بھی چندروزہ رعایت ہے کہ میرے پاس ہین آخر سرکاری مین جائینگے"(۱)۔

علم

خواجہ جہان محمود گاوان ایک اچھا خاصہ عالم تھا اور علوم متداولہ مین اوسکی تحصیل پوری تھی خصوصًا ریاضی اور طب کا اوسے بہت شوق تھا۔ نظم ونثر پر بھی اچھی قدرت تھی۔ مگر حساب مین تو ایسا ملکہ تھا کہ اوس زمانہ مین بہت ہی کم لوگون کو ہوگا۔ اور اوسکا خط بھی پاکیزہ تھا۔ اوسنے زمانہ کے رواج کے بموجب اپنے خطوط کو ایک رسالہ کی شکل مین جمع کیا تھا جسکا نام ریاض الانشا(۲)

(۱) تاریخ فرشتہ۔

(۲) یہہ کتاب نواب صدیق یار جنگ بہادر مرحوم سابق ناظم دفتر ملکی کے کتبخانہ مین موجود ہے۔

رکہا اور ایک کتاب فن انشا مین لکہی جسکا نام مناظر الانشا[1] ہے اور ایک دیوان غزلیات

وقصاید کا لکہا[2]۔ مگر معلوم نہین کہ وہ دست برد زمانہ سے محفوظ ہے یا اوسی جاہ گمنامی مین

غرق ہوگیا جو مسلمان مصنفون کی تاک مین ہمیشہ لگا رہتا ہے لیکن اتنا تو معلوم ہے کہ ابو القاسم

فرشتہ کے زمانہ تک اوسکے نسخے دکن مین کہین کہین نظر آجاتے تھے۔ مشایخ کے ملنے کا

تو اوسے ایسا شوق تہا کہ اپنے وسیع تجارتی سفرون مین جہان کہین اوس کا گذر ہوتا اوکی صحبت سے

ضرور فائدہ اوٹھاتا چنانچہ دکن کو بھی اوسکو شاہ محب اللہ کی زیارت کا شوق لایا تہا۔ عالمون کی

صحبت مین بھی اوسکو بہت مزہ آتا تھا اور اوسکی فیاضی اونکو اپنا حلقہ بگوش بنائے رہتی تھی

ملا عبد الکریم ہمدانی جس نے اپنی شکر گذاری کو خواجہ جہان کی مفصل سوانح عمری لکہکر ثابت کیا[3] اوسکے

اوسکے معتقدان خاص سے تہا۔ ملا شمس الدین اوس کا ندیم اور ملازم تہا۔ نامور شاعر صدر اسکے

مصاحبون مین داخل تہا۔ اور ملا نظیری[4] پر بھی جو اوس زمانہ کا مستند شاعر تہا خواجہ جہان

اس قدر مہربان تہا کہ اوسکو بادشاہ سے ملک الشعرا کا خطاب دلوایا اور اکثر علمای عراق

وخراسان سے بھی اوسکی ملاقات تھی اور اونکو ہمیشہ تحفہ وہدایہ سے یاد کرتا رہتا تھا۔

---

(۱) یہہ کتاب مشہور ہے اکثر تلاش سے دستیاب ہوجاتی ہے۔

(۲) اس کتاب کا ذکر ملا ابو القاسم فرشتہ نے کیا ہے مگر اس زمانہ مین باوجود تلاش کے دستیاب نہین ہوئی۔

(۳) یہہ کتاب بھی باوجود سخت تلاش کے دستیاب نہین ہوئی ورنہ اوس سے بہت قیمتی مدد ملتی۔

(۴) اس نظیری کو کہین ملا نظیری نیشاپوری نہ سمجہا جاے جو بہت بعد مین گذرا ہے۔

اس زمانے کے سب سے مشہور شاعر ملا عبدالرحمن جامی کو خواجہ جہان سے بہت خلوص تہا ۔ انشاء جامی(۱) مین ایک خط نظم مین خواجہ جہان کے نام کا موجود ہے جسکے ذریعہ سے ملا جامی نے اپنی ایک تصنیف (غالباً تحفۃ الاحرار) اوسکی نذر گذرانی تھی۔ اونہون نے ایک قصیدہ بہی خواجہ جہان کے ایک خط کے جواب مین لکہا تہا جسمین اوس نے مولانا کو بیدر آنیکی دعوت دی تھی جسکا مطلع یہ ہے:

مرحبا ای قاصد ملک معانی مرحبا ۔۔۔ الصلا کز جان و دل نزل توکردم مرحبا

اور اصل مقصود کو اس طرح ادا کیا ہے ۔

بعد تبلیغ سلام از بندہ جامی عرض کن ۔۔۔ گر مجال گفتگو باشد دران حضرت ترا
کارزوے من بدیدارت بسے کاملتر است ۔۔۔ زآرزوے عاشق مفلس بوصل کیمیا
تشنہ را در بادیہ روزی کہ باشد از سموم ۔۔۔ گرم چون ہنگر زمین سوزندہ چون آتش ہوا
میل دل دانی چسان باشد بسوی آب ان ۔۔۔ شوق من افزون بود سوی تو ای بحر عطا
نیست در شہر شما از بہر منع زایران ۔۔۔ شہر بند را چسان در بست بر رویم قضا
از گران جانی نیارم سویت آمد ورنہ ہست ۔۔۔ جذب شوق از پیش رو دفع اضداد از قفا

اور ایک قطعہ مین فرماتے ہین ؎

جامی اشعار دلاویز تو جنسیست لطیف ۔۔۔ بود آن حسن ادا لطف معانی تارش
ہمرہ قافلۂ ہند روان کن کہ رسد ۔۔۔ شرف عز قبول ملک التجارش

(۱) انشاء جامی ۔

خواجہ جہان کی فیاضی روپیہ ہی پر محدود نہ تھی بلکہ بس حیات بخش چشمہ سے خود سیراب تہا اوس سے دوسرون کا محروم رہنا بہی نہ دیکہہ سکتا تہا۔ اوس نے شہر محمد آباد بیدر مین ایک نہایت عالی شان مدرسہ ۸۷۷ء مین تعمیر کیا۔ یہہ عمارت[1] نہایت مستحکم اور رفیع الشان اسکا طول شرقاً و غرباً (۷۵) اور عرض شمالاً و جنوباً (۵۵) گز ہے۔ مدرسے کے سات دو بلند مینار تہے جنمین سے ایک مینار اب بہی موجود ہے جو (۱۰۰) فیٹ بلند ہے اور اوسپر سبز و زرد زمین پر سفید حرفون مین کلام اللہ کی آیتین لکہی ہوئی ہین۔ صحن مین مسجد تہی چہار طرف سے احاطہ سے ملے ہوئے علما اور فضلا و طلاب کے رہنے کے لئے کشادہ حجرے تہے اور جو طالب علم مدرسے مین رہتے تہے اونکو کہانا اور کپڑا وقف سے ملتا تہا

(۱) گذشتہ تعلیم مین اور حال مین سفرنامہ روم و مصر و شام مین مسلمانان ہند پر یہہ الزام لگایا گیا کہ اونہون نے کسی اسلامی مدرسے کی بنیاد نہین ڈالی حالانکہ یہہ بالکل غلط ہے۔ مدرسہ محمود یہ بیدر تمام دنیائے اسلام مین مشہور ہے اور اس کے علاوہ تمام مسجدین اور خانقاہین بہی ہوتی تہین اور قدیم اسناد کے ملاحظہ سے ظاہر ہوتا ہے کہ خانقاہون اور مسجدون کے متعلق خاص معاشین مدرسون کے نام سے بہی ہوتی تہین چنانچہ بعض مقبرہ تو ابہی تک مدرسہ ہی کہلاتے ہین۔ جیسے دہلی مین ہمایون کا مقبرہ آج تک مدرسہ کہلاتا ہے۔ اسکے علاوہ کوئی بڑی مسجد ایسی نہین ہے جس مین طالب علمون کے رہنے کے لئے متعدد حجرے نہ بنے ہون اور بڑے بڑے شہرون مین عالی شان مکانات بہی خاص مدرسے کے نام سے موجود ہین۔ چنانچہ دہلی مین بہی بعض ایسے قدیم مدرسے موجود ہین فقط

(مصنف)

مساکین اور نو واردون کو ہر روز لنگر بٹتا تھا - سر رچرڈ ٹمپل نے اس مدرسے کی نسبت کہا
ہے کہ ہندوستان کی قدیم عمارتون مین جو اس وقت موجود ہین یہہ عمارت بہت ہی
اور بے مثل ہے(۱) - یہہ عمارت اس قدر مستحکم تھی کہ اوس پر گرم و سرد زمانہ کا اثر نہ پڑا
لیکن اورنگ زیب کے زمانے مین اوسکے چند حجرون مین باروت کا میگزین بنایا گیا تھا کہ
۱۱ رمضان ۱۰۹۷ھ کو رات کے وقت بجلی گری اور مدرسے کا ایک حصہ اور اندرونی
بیرونی مکانات مع مسجد اور ایک مینار کے باروت مین آگ لگ جانے سے اوڑ گئے با
مکان اور ایک مینار اب تک باقی ہے - مدرسے کے اندر دیوار شرقی و یہ پر نقوش
چینی مین خط جلی سے نیلے رنگ کی زمین پر سفید حرفون مین کلام اللہ کی سورتین لکھی ہو
ہین - مدرسے کے متعلق ایک چوک بھی تھا جو ابھی تک موجود ہے گو کہ ویرانی کے عالم
اپنے بانی کے زمانے کو یاد کر رہا ہے - مدرسے کی بنا ایسی نیک نیتی سے پڑی تھی
سرکار عالی کی قدامت پژوہی کی بدولت مڈل اسکول کے اوسکے ایک حصہ مین قایم ہونے
خواجہ جہان کا فیض ابتک جاری ہے حسن قبول کی یہہ دلیل کیا کم ہے کہ مدرسے کی تعمیر کی
تاریخ بھی ایک ایسی آیت سے نکلی جو بانی کی نیک نیتی پر شہادت دے رہی ہے(۲) سامعی کہتا

---

(۱) سر رچرڈ ٹمپل کا روزنامچہ حیدرآباد و کشمیر و سکم -

(۲) صاحب مآثر برہانی نے اس تاریخ کو محمود بدر شیرازی سے منسوب کیا ہے -

قطعہ تاریخ

این مدرسہ رفیع و محمود بنا	چون کعبہ شدہ ہست قبلہ اہل صفا
آثار قبول بین کہ شد تاریخش	از آیت ربّنا تقبّل منّا

مدرسے مین خواجہ جہان دوسرون ہی سے درس و تدریس کا کام نہ لیتا تہا بلکہ خود بھی پڑہایا کرتا تہا۔

مناظر الانشار — یہہ رسالہ خواجہ جہان محمود گاوان نے فن انشا مین لکہا ہے اور اسکے دیکہنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اوس زمانے مین علم انشار کا تصور کیا تہا۔ اس مین ایک مقدمہ۔ دو مقالے۔ اور ایک خاتمہ ہے۔ مقدمہ مین تو علم انشار کی تعریف اور غایت اور اوسکے لوازمات بیان کئے ہین۔ اور پہلے مقالے مین اہل انشار کے طریقہ پر کلام کی تقسیم کی ہے اور یہہ بتایا ہے کہ کن شرایط سے کلمات کا استعمال کرنا چاہئے دوسرے مقالے مین اقسام و ارکان و شرایط مکاتیب کو بیان کیا ہے اور خاتمہ مین خط کی ماہیت اور ضوابط کا بیان ہے۔

اس کتاب مین خواجہ جہان محمود گاوان نے اپنے اختراعات کو دخل نہین دیا، بلکہ جو مستند کتابین عربی زبان مین اس فن کے متعلق موجود تہین اون کا اقتباس کرکے فارسی ترکیبون سے مطابق کیا ہے۔ انشار کی یہہ تعریف کی ہے کہ وہ

ایک علم ہے جس سے خطب و رسائل کی تراکیب منثورہ کے معائب و محاسن اس حیثیت سے پہچانے جاتے ہیں کہ وہ خطب و رسائل کی تراکیب منثورہ ہیں اور اوسکی غایت یہہ ہے کہ تراکیب نثریکے معائب و محاسن کی پہچان ہو - اس تعریف اور اس غایت سے ظاہر ہے کہ اس علم کا تصور عملی طور پر زمانے کی اُلٹ پھیر سے کہان سے کہان پہونچا ہے -

خواجہ جہان نے محاسن کلام کو نہایت تفصیل سے بیان کیا ہے اور بتایا ہے کہ فصاحت کسے کہتے ہین اور اوسکے لوازمات کیا ہین - صنایع و بدایع کی حقیقت کیا ہے - کلمہ اور اوسکے بعد فقرہ کے فصیح ہونے کے لئے کیا کیا چیزین ضروری ہین - اور ہر چیز کی مثالین نثر مین زیادہ تر اپنے عربی و فارسی کلام سے - اور نظم مین شعراے عرب و عجم کے نادر کلام سے دی ہین - مثالون کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اوسکا دائرہ معلومات کسقدر وسیع تہا اور اوستادون کے کلام کا اوسنے کیسی عمیق نظر سے مطالعہ کیا تہا - عربی مین اوسنے اکثر مثالین امراء القیس - متنبی - ابو تمام - ابو نواس - ابن بابک - ابو البرکات - ابن معشر - ابن سکرہ - ابن حجہ حموی - ابو الطیب ابی الاسود - ابو العلا معری - صفی الدین حلی - قاضی فاضل مصری - قاضی عضد الدین - ابن اصبع مصری وغیرہ کے کلام سے دی ہین - اور فارسی مین - اسدی - انوری - ظہیر فاریابی - سعدی - حافظ سلمان ساوجی - کمال اسمعیل خلاق المعانی - شرف الدین یزدی - شاہی خواجو کرمانی - باباسودائی - ابن حسام - جمال ترکی تبریزی - کاتبی - نظیری - امیر خسرو

وغیرہ کے کلام کا حوالہ دیا ہے اور جو اشعار کہ درج کئے ہین وہ ایسے منتخب اور پر مضمون ہین کہ جنسے اوسکے مذاق کی خوبی ثابت ہوتی ہے۔ مثالون کے علاوہ موقع ومحل سے اوسنے بادشاہون کی حکایتین اور لطائف وظرائف بھی درج کئے ہین جنسے اوسکی تاریخی واقفیت معلوم ہوتی ہے۔ منشی کی یہہ تعریف کی ہے کہ "اوسکو کیفیت راسخہ ہو جسکے ذریعے سے وہ ایسے طریقے سے جو بلغاء کے نزدیک پسندیدہ ہو اوس مطلب کو ظاہر کرسکے جسکا ظاہر کرنا مقصود ہو" اور منشی ہونیکے لئے شرائط یہہ ہین کہ (۱) فکر رسا۔ حافظہ قوی۔ اور طبیعت تیز ہو (۲) بلغاء کی تراکیب کی کثرت سے تتبع کی ہو (۳) فاضلون کے بلیغ اشعار کو نثر کیا ہو (۴) حافظ قرآن ہو یا اکثر آیتین کلام اللہ کی یاد ہون اور عمدہ عمدہ احادیث اور پر مضمون اشعار اور پر حکمت لطیفے اور ضرب المثلین کثرت سے زبان پر ہون (۵) الفاظ کو اونہین معنی مین استعمال کرنے کی قدرت رکھتا ہو جنمین بلغاء نے استعمال کیا ہے (۶) جو غلطیاں کہ جہلا کی زبان وقلم سے شائع ہون اون سے احتراز کرے (۷) ثقیل الفاظ وتراکیب کے استعمال سے بچے (۸) جو الفاظ استعمال کرے اون کو معنی مقصود کے ساتھہ مناسبت تامہ ہو اور آخر مین (۹) علم لغت عرب وصرف ونحو ومعانی وبیان سے بخوبی واقفیت رکھتا ہو۔ غرضکہ منشی ہونے کے لئے نہ صرف اعلی درجہ کے عالم ہونے کی ضرورت تھی بلکہ یہہ بھی لازم تھا کہ انسان کے حافظ اور ذہن کی اعلی درجہ کی تربیت ہوئی ہو

اوسکے بعد اوس نے خطوط کی تقسیم بلحاظ کاتب و مکتوب الیہ کے درجہ کیے ہیں اور بتایا ہے
کہ ہر قسم کے مکتوب کے کتنے ارکان ہوتے ہین اور اسکے لئے کتنی شرایط درکار ہین غالبًا اس بات
کے معلوم ہونے سے معاصرین کو حیرت ہوگی کہ معمولی خطوط جو ہم روزمرّہ لکھا کرتے ہین اونکے
چودہ ارکان اور پندرہ شرایط ہین معمولی خط کے ارکان یہہ ہین (۱) لفظ جو پیشانی پر لکھا
جاے (ہو اللہ یا ہو الکریم وغیرہ) (۲) ثناء (۳) دعاء (۴) اسم مکتوب الیہ
(۵) ذکر کاتب (۶) سلام و تحیت (۷) ابلاغ سلام (۸) اشتیاق (۹)
طلب ملاقات (۱۰) تاریخ (۱۱) اعلام حال (۱۲) توقع و التماس (۱۳)
مقدمہ اختتام (۱۴) اختتام بدعاء اور شرایط یہہ ہین (۱) مکتوب حرف "با
موحدہ" سے شروع ہو یا لفظ "را" اسم مکتوب الیہ کے ساتھ لایا جاے جیسے بحضرت
یا فلانرا (۲) رکن ثانی مین پہلے چار فقرہ فارسی ہون اور اوسکے بعد عربی (۳)
القاب کاتب و مکتوب الیہ کے درجہ کے مناسب ہو (۴) اگر مکتوب الیہ سلطان اور کاتب
وزیر یا امیر ہو تو مکتوب الیہ کا نام نہ لکھے (۵) مکتوب الیہ کے دشمنونکو جو بددعا دی
اوسکے بعد مکتوب الیہ کا نام نہ لکھے (۶) اگر مکتوب الیہ بادشاہ اور کاتب وزیر ہو تو رکن
ہفتم مین ابلاغ یا ارسال کے الفاظ نہ لکھے بلکہ اپنے مضمونکو بطریق تواضع دوسری طرح
پر ادا کرے (۷) اگر مکتوب الیہ اعلی اور کاتب ادنی ہو تو رکن ہفتم و ششم کی بجاے

اظہار خلوص و اعتقاد کرے (۸) اگر زمان مفارقت طویل نہو تو رکن اشتیاق نہ لکھے
(۹) اگر بعد مکان یا زمان درمیان نہو تو رکن تاریخ کو حذف کر دے (۱۰) اگر کاتب
ادنی اور مکتوب الیہ اعلیٰ ہو تو رکن اعلام احوال اسطرح پر لکھے "بر خدام فلک بارگاہ
وغیرہ" (۱۱) اگر دعا ابتدا مین آگئی ہو تو آخر مین رکن دعا نہ لکھے۔ (۱۲) اگر
مکتوب شریطہ سے مزین ہو تو جواب شریطہ مین لفظ "یاد" کا استعمال نہ کرین بلکہ
ایک فقرہ لکھین جسمین تین لفظ یا تین سے زیادہ لفظ ہون یا اسی قسم کے دو فقرے
لکھین (۱۳) اپنے اور مکتوب الیہ دونون کی نسبت ضمیر غائب استعمال کرین
(۱۴) اگر کاتب و مکتوب الیہ مساوی ہون تو مکتوب الیہ کا ذکر لفظ جمع سے کرین
(۱۵) اگر رکن ذکر کاتب محذوف کیا جائے تو اعلام حال مین اسطرح نہ لکھین
کہ "مبلغ و مرسل میگردانند" بلکہ یون لکھین "مبلغ و مرسل داشتہ شد یا می شود"۔
اس زمانہ کے لوگون کو جو اعلیٰ درجہ کی انشا پردازی اسکو سمجھتے ہین کہ اپنے جذبات
دلی کو مختصر سے مختصر الفاظ مین سیدھے سادھے طور پر ادا کر دین۔ اس تشریح سے
خیال ہو گا کہ تصنع کی اعلیٰ درجہ کی ترقی ہے کہ ایک معمولی خط بھی بلا اتنی قیود کی پابندی
کے نہ لکھا جا سکے۔ لیکن یہہ کوئی عیب نہین ہے زمانہ کی خصوصیات ہین۔ اگر
کسی قوم کی انشا پردازی پر مورخانہ نظر ڈالی جائے تو معلوم ہو گا کہ جب کوئی قوم صحرائے

وحشت سے نکلکر میدان ترقی مین قدم رکھتی ہے تو انسان کی جسم کیطرح جذبات بھی ترقی کرتے ہین اور عالم ظہور مین آنیکے لئے الفاظ کے محتاج نہین ہوتے لیکن جب دوسری ترقی یافتہ قومون سے میل جول و عیش و عشرت اور تکلفات کی طرف میلان پیدا ہوتا اور ابتدائی اخوت کی بجائے درجہ بندی قائم ہو جاتی ہے تو لٹریچر مین بھی حقیقت مین قومی اخلاق و طرز معاشرت کی سچی تصویر ہوتا ہے وہی رنگ آجاتا ہے اور جذبات اور اون کے سیدھے سادھے اظہار کو بے اثر سمجھکر صنائع لفظی و معنوی کی طرف توجہ ہوتی ہے لیکن چونکہ طبیعت کی اصلی افتاد کے بدلنے کے لئے بہت عرصہ درکار ہے اسلئے پھر بھی اس زمانہ انقلاب مین لٹریچر مین ایک خاص بات باقی رہتی ہے لیکن جب اس سے بھی آگے بڑھکر قومی اخلاق دولت مندی عیش عشرت کے طوفان خیز موجون سے ٹکرا کر پستی کی حالت کو پہونچتا اور قوم کی اصل مستعدی خودداری کو مفقود کر کے تقلید و غلامی کی زنجیرون مین جکڑ دیتا ہے تو وہی سمان لٹریچر مین بھی نظر آنے لگتا ہے۔ لوگ ایجاد پسندی کو عیب اور بجائے اپنی طبیعت پر زور دینے کے مسلم الثبوت استادون کے کلام کی تتبع کو مایۂ افتخار سمجھنے لگتے ہین۔ ہماری لٹریچر کی بھی یہی کیفیت ہے ابتدا مین قومی طرز معاشرت کی سادگی لٹریچر پر بھی محیط تھی لیکن جب شخصی سلطنت قایم ہوئی اور شخصی رعب داب دولت مندی نے درجہ بندی کا سلسلہ ڈالا اور دوسری ترقی یافتہ قومون سے میل جول ہوا اور ایرانی اور رومی تکلفات جنکو ہماری قوت تخیلہ کی گلکاری نے اور بھی پر رونق بنا دیا تھا ہماری طرز معاشرت کا جزو بنگئی۔ مٹی کے جھونپڑون اور چمڑے کے خیمون کی بجائے عالیشان

محل ہرطرف نظر آنے لگے جنکی دیوارون پربجائے سفید قلعی کے پچیکاری اور میناکاری اپنی بہار دکھاتی تھی تو لٹریچر مین بھی وہی کیفیت پیدا ہوگئی جذبات سے قطع نظر اور توہم وتخیل کو زور ہوا اور بجائے معنی کے الفاظ کی پرستش ہونے لگی - تقلید جسکو اسلام اور مسلمانون کے ساتھ کچھہ خصوصیت سی ہوگئی ہے اس رنگ پر اور بھی روغن چڑہاتی اور پائدار کرتی رہی - مختصر یہہ ہے کہ جو فرق بہ لحاظ طرز معاشرت کے خلفائے راشدین وخواجہ محمود گادان کے زمانون مین تہا وہ لٹریچر مین بھی نمودار تہا - اوس زمانہ کی سادگی کی بجائے اس زمانہ مین تصنع اور خالص جذبات کے اظہار کی بجائے توہم وتخیل کی گل افشانیان تہین جنہون نے مختلف آب وہواؤن کے آغوش مین پرورش پائی تھی - اوس زمانہ مین قدرتی حسن کا جلوہ آنکھون کو خیرہ کرنیکے لئے کافی سمجھا جاتا تھا لیکن اس زمانہ مین بال کی کہال نکالنا سونے پر جلا اور گلاب کی نازک پتیون کو نقش ونگار سے آراستہ کرنا قومی مذاق کے مطابق تہا - الفاظ آلہ اظہار مطلب نہ تھے بلکہ ذریعۂ اخفاء تھے قوت مدرکہ کو براہ راست مخاطب کرنا عیب اور نفس مطلب کو تخیل وتوہم کے پیچدار راستے جو بظاہر الفاظ کے ایک خوشنما وباترتیب سلسلہ مین مقید ہوتا تہا ذہن مین منتقل کرنا خوبی تہا - اوس زمانہ مین سوائے طبیعت خداداد کے کوئی اُستاد نہ تہا اس زمانہ مین طبیعت داری اسی کا نام تہا کہ ماسبق لوگون کے کلام پر

ایسی تتبع کیجاے کہ پہچاننا دشوار ہو۔

شاعری

خواجہ جہان کی تصنیفات سے صرف ایک کتاب ہے جو ہمکو نہین ملسکی اور وہ اوسکا دیوان ہے لیکن اوسکی انشاء اور تذکرہ حدائق السلاطین سے اسقدر مواد بہم پہونچ گیا ہے کہ اوس کے کلام کی نسبت صحیح رائے قائم کیجا سکتی ہے - اوس نے فن شاعری مین بھی نثر کی طرح بہت محنت اور مسلم الثبوت اوستادون کے کلام کی تتبع کی تھی چنانچہ ایک موقع پر اوس نے ریاض الانشاء مین تین قصیدے لکھے ہین جنمین سے دو قصیدے فارسی مین ہین جو کمال الدین اصفہانی اور حکیم الدین انوری کی طرز پر اور ایک بدیع الزمان ہمدانی کی طرز پر عربی مین ہے - جیسی کثرت و بے تکلفی سے اوس نے عمدہ و منتخب اشعار جابجا اپنے خطوط مین لکھے ہین اوس سے معلوم ہوتا ہے کہ اوس نے اوستادون کا کلام بہت کثرت سے پڑھا تھا اور صدہا بلکہ ہزارہا اشعار اوسکو یاد تھے یہہ ظاہر ہے کہ اسکو بھی فن شعر مین اعلی درجہ پر پہونچنے مین بہت دخل ہے اگرچہ زمانہ کی رفتار کی بموجب صنائع لفظی و معنوی اور الفاظ کی بندش و نشست و برخاست کی طرف اوسکو بہت توجہ تھی لیکن اوسکی طبیعت در اصل حقیقت پسند واقع ہوئی تھی اسلئے محض شاعرانہ مبالغہ و تکلفات کو اوسکے کلام مین چندان دخل نہین ہے اکثر اوقات الفاظ کے نقاب کے نیچے سے دنیاوی تجربے اور پرحکمت نصیحتین اور لطیفے نکلتے

جھلکتے دکھائے جاتے ہین - تصوّف کا روغن بھی اوسکے کلام پر چڑھا ہوا تھا قصاید مین وہی چست بندش وہی پُر زور سیل آسا روانی وہی پُر شکوہ الفاظ وہی بلند پرواز مبالغہ اور وہی تشبیہ و استعارہ کی کثرت و بے تکلفی موجود ہے جو اس قسم کے کلام کے لئے مخصوص ہین - لیکن اس سے یہ نہ سمجھنا چاہئیے کہ خواجہ جہان قدرتی شاعر تھا اگر اوسکے کلام کو اصلی معیار سے دیکھا جاے تو معلوم ہوگا کہ اوسکو بالطبع شاعری کی طرف میلان نہ تھا بلکہ جو کچھہ اوس نے لکھا ہے وہ اوستادون کے کلام کی مزاولت و تتبع کا نتیجہ ہے - اوسکے کلام مین اوس وہبی قوّت کا پتہ بھی نہین ہے جو ایسے ایسے خیالات کا خوشنما مُرقّع انسان کی آنکھون کے سامنے کھڑا کر دیتی ہے جو ہر شخص کو اپنی اصلی مگر پوشیدہ جذبات کا آئینہ معلوم ہوتا اور گذشتہ اور موجودہ کی قیود سے آزاد کر کے ایک دوسرے عالم مین پہونچا دیتا ہے - اگر شاعری کا مبدأ و منتہیٰ صناعی ہوتا تو بیشک وہ اعلیٰ درجہ کا شاعر سمجھا جا سکتا تھا لیکن چونکہ شاعری کا دارومدار وہ وہبی قوّت ہے صناعی جسکی آئینہ بردار ہے اسلئے اوسکو اعلیٰ درجہ کے شاعرون مین جگہہ نہین مل سکتی - خواجہ جہان عربی مین بھی فارسی کی طرح بہت اچھے شعر کہتا تھا - مندرجہ ذیل اشعار سے اوس کا عام انداز کلام معلوم ہوگا -

در وصل تو صد هزار صاحب هوس است — تا خود بوصال تو کرا دسترس است

آنکس که بیافت دولتی یافت عظیم — وانکس که نیافت درد نایافت بس است

بشستم به آب چشمهٔ اخلاص هر دو دست — از لوح جان و صفحهٔ دل هرچه غیر اوست

گر بی نقاب دیدهٔ دل دید روی دوست — کافر دلست گر نظرش جز بسوی اوست

از بسکه اشک و نشست جمله جهان را کرد تر — در زیر رانت خنگ چرخ افتان و خیزان من

گر میکنی عمارت این دل که شد خراب — انوار مهر بر دل حیران من بتاب

در جویبار عقل چو بختت شود بلند — از تند باد حادثه کی میرسد گزند

ای دل از سیل فنا بنیاد هستی بر کند — چون ترا نوح است کشتیبان ز طوفان غم مخور

قصر قدر کان بدست قدرت حق شد بلند — کی رسد از تیشهٔ مکر کسان آنرا گزند

در امید وصل را در حیات من صدف — ناوک شست شوق را دل شد طاق و جان هدف

چتر روان و تخت دل بی جم عشق هیچ نیست — بی خط داغ عاشقی با سواد تن تلف

جیب لباس عمر را انکه بوسه کفش — بندم از آنکه آیدم دامن زندگی بکف

هر دعا ئیکه شد از بنده بحضرت مرجوع — مستجاب است یقین چون بود از فرط خضوع

کسی بغیر تو چون رخ کند که در همه حال — کسی بغیر تو باشد نبرد عقل محال

خالص چه گشت نقد روان ز آتش نهان — باشد بنام عشق تو تا لامکان روان

بوی صبا و غنچه شکل و رنگ و بوی آن دهان — یافت زو بوسه کام بوی خوش بگرفت زان

عشقت شد خمیر من و داغ بر دو رخ — پوشید و نیست از تو شعار و دثار من

کمو ترسانه روحانیان را — نقاط و حرف کی دام است زان

ز طرف عرف افزون است ز طاق فلک برین — کنو ز درد و غم کا نیست الا در دل محزون

کسوت عشق تو در قامت دل میدیدم — چون بپوشید به بالاش نه کم بود نه بیش

علم است چون حیات ابد ای پسر بکوش — وز چشمهٔ حیات خود آب حیات نوش

گر نظر بر من کنی دورم ز تو بی شبهتی — لیک نور مهر با ذرات دارد الفتی

ز مهرت گشت چون یاقوت اشکم مقلش در خاک — که از جنس جواهر به بود یاقوت شهلانی

همه عالم نگران تا نظر بخت بلند — بر که افتد که تو یکدم نگرانش باشی

قطعه

چون حیاض خاطرم هست از سحاب فیض پر — از زلال طبع هر کس حاجت غراره نیست

جوهر عین الهر فکر مرا در درج دهر — جز رگان خاطرم از طبع کس زنازه نیست

قطعه

فضل و علم نقص و عیب شد بهندوستان چو پاک — زانکه اینجا بود و باشد فضل فضله علم عار

از بیاض لوح هستی محو بادا تا ابد — صورت ماهیت زشت او این دیار

رباعی

چو بشنوی سخن فن اگر بفعل آری — کلید گنج سعادت در آستین آری
وگر تو نشنوی نصیحت بدرد دل ناهی — بسی خوری ز کف دهر سیلی خواری

قصیده

شد شکل ضرب تیغت بدوش من حمایل — هیکل ز حرز سیفی و انگه هراس اجل
از پرتو جمالت دیوانه هست تابان — از رشته شفاعت سرتاپا سلاسل
جا کرده است یاری در گل تا دید دیده جانان — در ظرف گلشن دل آن شکل و آن شمایل
بر شمعدان دل زان شمع روان نهادم — تا دیدن رخت را نبود جهات حایل
دل با چراغ عشقت محراب قبله جانان — تن بی خیال رویت جا براست چاه بابل
تیغ تو آب حیوان مردم ز حسرت آن — آری به بخت من شد آب حیات قاتل
جان در لحاف تن بود رفته بخواب غفلت — آمد ندا که برخیز یا ایها المزمل
نگین مسند مدحت بر قصر قدر شاهی — کافلاک با کواکب بر قصر دشت کهگل
سلطان محمد آن شه کز فرط کبریایش — در موقف غلامان صد سنجر است طغرا

قصیده دیگر

ای مهر بی زوال تو ام طالع ازل — یا مهر انجمنین غنم از ظلمت اجل

کے لایق عروض زوال است ہر عشق		ما فی الازل چگونہ بود غیر لم یزل
بر صورتیکہ عقل تصور کند ز حسن		باشد بہ نزد معنی حسن تو مبتذل

ریاض الانشاء خواجہ جہان کی دوسری تصنیف کا نام ریاض الانشاء(۱) ہے جسمین اوس نے اپنے خطوط کو جمع کیا ہے خواجہ جہان کو فن انشاء مین جیسا کہ مناظر الانشاء کے ملاحظہ سے ظاہر ہے کامل دستگاہ اور وہ اس فن کے نکات سے پوری طرح واقف تہا جو باتین کہ خود اوسکے قول کے موجب ایک منشی کے لئے ضرور ہین وہ سب اوسمین موجود تہین۔ اوسکی طبیعت تیز اور فکر رسا اور حافظہ آیات قرآنی۔ احادیث نبوی۔ برجستہ اشعار اور پر حکمت ضرب الامثال کا مخزن تہا۔ اوستادون کے کلام کی تتبع اوس نے بہت کثرت سے کی تھی چنانچہ مناظر الانشاء مین خود ایک موقع پر لکہتا ہے کہ اوس نے انوری وکمال اسمعیل وسلمان کے اشعار کو عنفوان شباب مین نثر کیا تہا۔ مسلم الثبوت اوستادون کے کلام کا اوس نے ایسی عمیق نظر سے مطالعہ کیا تہا کہ ایک ایک لفظ کے استعمال کی خوبی سے واقف تہا اور علم لغت مین اوسکو ایسی دستگاہ تہی کہ جب وہ قلم اوٹہاتا تو یہہ معلوم ہوتا تہا کہ آب زلال کا ایک دریا ہے کہ زور سے

(۱) اسکا نام تاریخ فرشتہ مین غلطی سے روضۃ الانشاء لکہا گیا ہے۔

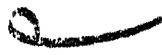
موجین مارتا ہوا بہا چلا جاتا ہے۔ علم صرف و نحو و معانی و بیان سے اوسکا واقف ہونا تو ضروریات سے تہا کیونکہ وہ فارسی کی طرح عربی مین بہی اعلی درجہ کا ناظم و ناثر تہا۔ مناظر الانشاء مین اوس نے فصاحت کی یہہ تعریف کی ہے کہ "فصاحت کلام کے ضعف تالیف(۱) و تنافر کلمات(۲) و تعقید(۳) لفظی و معنوی سے پاک ہونیکا نام ہے" اور بلاغت کی یہہ تعریف کی ہے کہ "کلام کے حسب مقتضائے مقام فصاحت سے مطابق ہونیکا نام بلاغت ہے" پس اگر اس معیار سے خواجہ جہان کی انشاء پردازی کا اندازہ کیا جاے (اور یہہ ظاہر ہے کہ کسی دوسرے معیار سے ہمکو اوسکے کلام کا اندازہ کرنیکا حق نہین ہے) تو معلوم ہوگا کہ اوسکے ہر لفظ اور ہر جملہ پر فصاحت و بلاغت کی تعریف پوری طرحپر صادق آتی ہے۔ اوسکا اندازہ بیان بالکل اپنے زمانہ کی طرز کے مطابق ہے۔ اوسمین بہی وہی پرشکوہ الفاظ کی خوش آیند روانی۔ آیات قرآنی و احادیث نبوی و ضرب الامثال عربی کی دلچسپ رنگ آمیزی۔ اشعار برجستہ کا برمحل استعمال۔ صنایع لفظی و معنوی کی کثرت لطافت کے ساتھ شاعرانہ تخیل کی دلفریب گل افشانیان۔ حفظ مراتب کا اعلی درجہ کا خیال۔ اور اظہار مطلب کو ان سب امور کے

(۱) ضعف تالیف۔ کلام کا قواعد نحویہ کے مطابق نہونا۔

(۲) تنافر کلمات۔ کلمات کا زبان پر ثقیل ہونا۔

(۳) تعقید۔ ترتیب الفاظ کا ترتیب معنی کے مطابق نہونا۔

تابع کہنا پایا جاتا ہے گویا کہ اوس کے کلام کی نسبت کہا جا سکتا ہے کہ دست صنعت
نے سبزۂ خوابیدہ کا ایک ہموار تختہ تیار کیا ہے جس پر کہین تو سفید سنگریزون کی گلکاری ہے
اور کہین سنبل کی اور کسی مقام پر گل لالہ اپنی بہار دکہا رہا ہے اور کہین نرگس کے
پہول چشم بانتظار ہین اور کسی جگہہ شفاف سیمین چشمے سریلی آواز سے بہہ رہے ہین
اور کہین بلوری حوض مین شفاف فوارے ساون کی جہڑی کی طرح پہوٹ رہے ہین۔
مولانا عبدالرحمن جامی نے شاعرانہ انداز سے ایک موقع پر اوسکی انشاپردازی
کی تعریف کی ہے مگر اوسکا ماحصل بہی دراصل وہی ہے جو ہماری راے کا ہے
مولانا جامی لکہتے ہین۔



نظم و نثرش ہین کہ بیداری پیر چرخ کرد | عقد پروین را در آشنا بنات النعش جا
یا خود افتاد ست مخزونات گنج پر گہر | بر بساط عرض بعضے متصل بعضے جدا
فقرہای نثر او قوت دہ پشت ہنر | نکتہاے نظم او روشن گر شمع ذکا

جو شخص کہ ایسے طرز بیان کا پابند ہو اوسکے کلام مین مشکل ہی سے اوس کے اصلی
جذبات کا پتہ لگ سکتا ہے لیکن ریاض الانشاء کے مطالعہ سے خواجہ جہان کی
نیک نفسی علم کے شوق علماء و صلحا کی صحبت کے ذوق خاندانی عظمت و جلال
بادشاہ کے تقرب میدان جنگ کے کارنامون حوصلہ کی بلند پروازی اعزا کی

محبت اولاد کی تربیت سب باتون کی کیفیت معلوم ہوتی ہے اگر اس زمانہ کے لحاظ
سے اوسکی طرز بیان کو دیکھا جاے تو معلوم ہوگا کہ اوس کے کلام مین سب سے بڑا نقص
یہہ ہے کہ تہوڑے مضمون کو بہت سے الفاظ مین ادا کرتا ہے اور وہ بھی اسطرح پر کہ تشبیہہ
استعارہ و اقتباس کی کثرت و نزاکت کیوجہ سے مضمون کے سمجھنے مین وقت ہو
خطوط کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اوسکا دائرہ اتحاد بہت وسیع تھا اور سلاطین
و امرا، و علمار و مشایخین سب طبقون پر حاوی تھا۔ سلاطین مین سلطان ابوسعید
گورکان سلطان مراد رومی سلطان حسین بیگ سے اور امرا و وزرا مین وزیر
صدرالدین کبیر المخاطب بہ شرف الملک۔ صدرالدین شرف جہان۔ امیر جان شاہ
اللاری۔ وزیر محمود شاہ رومی اور اوس زمانہ کے اکثر دوسرے سلاطین کے وزرا
سے اور علما مین شرف الدین علی یزدی۔ شمس الدین محمد اللاری۔ مولانا ابوسعید۔
قاضی صدر جہان۔ مولانا عبدالرحمن جامی۔ مولانا ابوبکر الطہرانی۔ شیخ محمود المندوی
وغیرہ سے اور مشایخین مین خواجہ سید عبید اللہ۔ مولانا نعمت اللہ۔ شیخ صدرالدین
الرواسی وغیرہ سے اور اپنے رشتہ دارون مین اپنے چچا اور دو بھتیجون عمدۃ الملک
اور خواجہ برہان الدین اور اپنے تینون بیٹون علی عبداللہ حسین اور الف خان سے
خط و کتابت تھی۔ جو خطوط کہ اوس نے اپنے بھتیجون کو لکھے ہین اون سے معلوم ہوتا ہے

کہ وہ اون سے کسقدر مالوف تھا اور اوسکو اپنی اولاد کی تربیت کا ایسا خیال کہ اوسنے
جتنے خطوط کہ سلاطین گیلان کو لکھے اون سب مین اپنے بھتیجے بیٹے عبداللہ [illegible] کی سفارش
کی ہے اور التجا کی ہے کہ اوسکو بری راہون سے بچایا جاوے اور اپنے چھوٹے بیٹے الف خان
کو تو جو خط اوسنے لکھا ہے اوس مین اوسکی بری عادتون پر ملامت کی ہے اور تحصیل
علم کی ترغیب دلائی ہے اور اسی طرح بڑے بیٹے علی کو بھی بہت سی نصیحتین کی
ہین - لیکن اوسکی سب سے عمدہ وار خط و کتابت مولانا عبدالرحمن جامی کے ساتھ تھی جن سے
اوسکو دلی انس تھا اونکو کبھی ہندوستان آنیکی دعوت دیتا ہے کبھی کوئی قیمتی تحفہ
بھیجتا ہے کبھی طلب فیض اور کبھی اظہار خلوص کرتا ہے ذیل مین ایک اوسکا خط علی ملک التجار
کے نام کا درج کیا جاتا ہے جس سے نہ صرف اوسکا طرز تحریر معلوم ہوگا بلکہ یہ بھی ظاہر
ہوگا کہ اوسکے نزدیک حکومت مین کامیابی حاصل کرنیکے لئے کونسی باتین ضرور ہین --

نسخہ مکتوبی کہ بفرزند بزرگ خود علی مخاطب بملک التجار نوشت

اللّٰہم کما جعلتہ خلف الاشراف اجعلہ شرف الاخلاف وآیۃً من محاسن
الاوصاف اکثر مما اتیت والدہ والاسلاف - چون آتش ہجران سوز عشق در کانون
دل اشتعال یافت و زبانہ آن از روزنہ دہان بر سطح مخروطی لسان تافت - از
تراکم دخانش سود اسے سواد نامہ در دماغ ناطقہ و سویدا اسے دل خامہ افتاد

لیکن فی الحقیقت ؎ زبان ناطقہ در شرح شوق مالال ہست ؛
چہ جاے کلک بریدہ زبان بیہدہ گوست ؛ لاجرم بعلت این سوداے خام کہ
در بہر شت روان مخمر است منجو است کہ بر متنبی مصرع کما یتداوی شارب الخمر
بالخمر۔ درد غم و اندوہ ہجر را بسواد کلمات شوق آمیز نظم و نثر کرامت شفا ارزانی
شود اما ہیہات ہیہات کہ صورت صہبا صبابت جان بامتزاج زلال و
سلسال مقال ہست فتور و نقصان یابد ؎ گفتم کہ سوز آتش دل کم شود باشک ؛
آن سوز کم نگشت و زبانم بتر بسوخت۔ بلکہ خوف آنست کہ مبانی امانی بقا از تحکام
سیلان بکاد تو افر تا دہ و استحکام موصوف بصفت دگا دگا گردد فیاض قدیر
جلّ عن الشبیہ و النظیر کہ مشعل ماہ و نور عالم افروز مہر کہ منور طاق مسدس سپہر است
شب دیجور دل مہجور را بروز وصل و حضور متبدل گرداناد و ظلمت دیدہ خاطر محزون را
بنور تلاقی و حضور متحول ؎ وارم امید بدین اشک چو باران کہ دگر ؛ برق شادی
برفت از نظرم باز آید۔ معلوم آن فرزند باد کہ جان مشتاق باناملِ محبت و اشفاق
در دل میہزد کہ صورِ تفاصیل احوال اینجائی بر صفحہ صحیفہ مقال باز نماید لیکن پیر عقل کہ
اوستادِ کارخانہ ابداع ہست دست منع وارتداع بر سینہ جان اتباع نہاد کہ
صرف عنان قلم از صوب تفصیل بجانب اجمال محض مقتضی حال ہست میبابد کہ

آن فرزند غبار ملال از رخسار بال زائل گرداند که بعنایت الله المتعال صورت هر
که قلم نقشبند خیال بر ورق بال میکشد در آئینه حصول با حسن وجه منظور است بعد هذا
مخفی نماند که چون دست شفقت و محبت آن فرزند بر گریبان دل این مستمند محکم بود
واجب بود که انجمن خیال او را بنور شمع نصیحت خلایق روشن گرداند پس باید که آن
قرة العین علو دعائم سروری و سمو قوائم مهتری در رعایت لوازم امارت و احتیاط
شرایط و ارکان وزارت داند تا در نظر اهل فضائل و کمال متفق الفاظ سفینه چرا
قلم باشد بعضی از شرائط و ارکان و محاسن و لوازم آن بوسیله ترجمان قلم تیز زبان
از درج ضمیر در سلک بیان می آرد و بواقی آن بتعقل و ادراک آن فرزند محول میدارد
و یقین داند که خلاف خیال موجب نزول نهال آمال است و مستلزم اختلال بنیاد
جلال نعوذ بالله من عروض هذا الحال ـ یکی آنکه در استجماع محاسن خصائل و استرفاع
رایت مکارم شمائل بنوعی اهتمام نماید که چنانچه ظل جامعیت عوالم بر فرق فرق ساده
انسان ممدود است کمال صفات حمیده میان جهان آن فرزند فی الحقیقة ممدود باشد کما قیل شعر

لو زرته لرأیت الناس فی رجل — والدهر فی ساعة والارض فی دار

تا تمام افراد امم در نشر محامد شیم آن فرزند متفق الکلم و متحد الکلم باشد شعر

فاذا الناس کلهم لسان واحد — یتلوا الثناء علیک الدنیا فم

دیگر آنکه در مبادی بوادی طلب مآرب از ملاحظهٔ کیفیات عواقب غافل و ذاهل نباشد و در کسب سواد جمیع مرام و مراد بر نمط سلوک والد و اجداد جمل و تفاصیل وقایع استقبال از صفحهٔ جریدهٔ حال مشاهده کنند تا کسان بادی و حاضر در مجالس و محاضر محمدت و ثنای آن فرزند ذاکر باشند شعر یری عاقبات الرای مقبل ؛ کان له فی الیوم عیناً علی غد ؛ هو التابع التالی اباه کما تلا ؛ ابوه اباه سیّداً و ابن سیّد ۔

دیگر آنکه بر مقتضی انزل الناس منازلهم هر یک از امراء و صغار و کبار و صفدران مصاف کارزار را بقدر حال معزز و مستمال دارد و زنگ ملال از آئینهٔ بال شان بمصقل اعزاز و اجلال بزداید شعر اذا نلت منک العز فالمال هیّن ؛ و کل الذی فوق التراب تراب

و دیگر آنکه صورت عفو و سیاست بقلم سوی فراست و کیاست در مواضع و محال خویش بوجه جمیل نماید شعر اذا انت اکرمت الکریم ملکته ؛ وان انت اکرمت اللئیم تمردا ؛ فوضع الندی فی موضع السیف بالعلی ؛ مضر کوضع السیف فی موضع الندی ۔

و دیگر آنکه کسانیکه به بدائع روایات و صنائع کفایات متحلّی باشند و دیدهٔ مردم بزرگ منش از نور دانش و بینش ایشان ممتلی و نور سداد و صواب از چهرهٔ خطابات جواب شان توان دید و سر فتنه و دست شر به تیغ حدس ذهن و دقت نظر تواند برید ۔ شعر فواد لانواع الفضائل جامع ؛ و رای لاعقاب الامور بصیر ؛ ہ دلش برنده نقش فتن

بدست حکم ؛ کفش زننده صدمتم بنوک قلم ؛ ایشان را بصنوف مواهب و ضروب
ترقیات ثابت محظوظ دارد و وجوه مآرب و مطالب ایشان را بعین قبول و حصول
ملحوظ و اگر عارض مطیر مرحمت آن ارجمند نهال جود و سخن کسان از بر شحات تربیت سبز و شاداب
نگرداند رخسار کمال شعار و دثار رش در کرمگاه مصاف حسن اوصاف مجروح به نبال عیب
عار خواهد بود فنعوذ بالله من عروض هذا الرسم علی وجنته الاسم -

و دیگر آنکه مردمی که دوش ایشان از کسوت کسب فضائل و ردای حسن شمائل عاری
باشد و کواکب مناقب از افق وجود شان متواری یقین و اند که ایشان را در فتح مغالق
معضلات امور هیچ در نیست و بمصاحبت و مجالست بزرگان هیچ نسبت نه و اگر
نعوذ بالله بمساعدت و معاونت بعضی از اشخاص بساط صحبت آن فرزند نقش قربت ایشان
مرکوم گردد رخسار جمال حالش بطعن لسان اکابر زمان موسوم خواهد بود و شعر

اصحب اخا کرم تحظی بصحبته ؛ فالطبع مکتسب من کل مصحوب ؛ فالریح آخذة مما تمر به ؛
نتنا من النتن او طیبا من الطیب -

و دیگر آنکه بمین ایالت و دولت ریاض ناصر ملک و ملت را از صرصر ظلم اهل فساد و تطاول
مردم شرارت نهاد مصون گردانند و بوسیله این معنی عمود خلود سعادت را فراز قبه
گردون دانند چه بر ذمم همم حکام رفع خار ستم از پای دل تمام امم عین فرض است

و دست تغلب ظلمهٔ عساکر از جیب عرض و بال اصاغر و اکابر نگاه داشتن موجب نجات یوم العرض کما
قال عمر بن الخطاب رضی الله عنه "ما منکم عندی اقوی من الضعیف حتی اخذ به و لا اضعف من القوی
حتی اخذ الحق" شعر فاعدل تکن من صروف الدهر ممتنعاً ٭ فالصرف ممتنع للعدل فی عمر۔
و دیگر آنکه مواجب و رواتب رؤسای حشم و اطلاق رزاق توابع فیل و خدم بی منت ٭
و اهمال و تکسل و اهمال بر وجه اتم برساند و ایشان را مهم اهم داند و امرای لشکر و خواد
عسکر را بکثرت مشاق و تکلیف ما لا یطاق متنفر نگرداند۔ مصرع لشکر شکسته شود کمان چو از حد بکشی
و بنور کرم و بذل تمام درون دل خواص و عوام را منور دارد و شرط اصابت کرم و رکن
افاضت نعم آن است که فیضان بذلش مانند غمام بر مطیع و عاصی و ادانی و اقاصی عام باشد
و چهرهٔ افضال و انعام متوسم بسمت بشر و ابتسام و با وجود ظلام الحاح و ابرام انام التماع
مهر تواضع و اکرام کالشمس فی اوقات الظواهر باهر و ظاهر و دامن کرمش از عروض
خبث و اذی و منت مطلقاً طاهر۔ شعر اذا ابو حامد جادت بنانه ده ٭ لم یجد
الاجودان البحر و المطر۔ و ان اضاءها بشر بغرته۔ تضاءل النیرات الشمس و القمر۔
دیگر آنکه تقدیم تدبیر کار و ترتیب مقدمات تأمل و افکار بر ذمت همت خود لازم
گرداند و چون تیر فکر در کمان تدبیر موضوع سازد سر نیاز و خشوع بر خاک عجز و خضوع
استوار دارد و تا در آئینهٔ تدبیر آن فرزند جمال صورت تقدیر ننماید که دولت عبارت

از توافق تدبیر با تقدیر است و بعد از توفیق تدبیر مشاورت مردم پیر و جوان و تحسین
پاے ہمت بال در رکاب عزیمت قتال و جدال آورد شعر الرای قبل شجاعة الشجعان
ھو اول وہی المحل الثانی ۞ واذا ہما اجتمعا النفس حرة و بلغت من العلیاء کل مکان -
و چون از سر راے و فرہنگ قدم در میان جنگ نہد متوکلا علے اللہ النصیر خزانہ
خیال از وسوسہ تعلق حیات و تخیل و تصور لذات و مشتہیات خالی دارد و در صدر طاق دل
جز صورت ناموس و نام ننگارد و عمامہ جرأت و جسارت را بر ہامہ ہمت خود محض سعادت
و عین کرامت داند ؎ بزم مردان عرصہ رزم است و عشرت دار و گیر
بادہ خون دشمن و جام دمادم تیغ و تیر - و در مقام قرار و ثبات بکلمات مردم
ضعیف نبات خیانت سمات ہیچ التفات ننماید ؎ تری الجبناء ان الجبن حزم - و تلک خدیعة
الطبع اللئیم - و شک نیست کہ نقش ممات بر جبہہ ذات بہ از گلگونہ بیدلی بر چہرہ حیات
است و نزول قبر بجراحت حسام و سنان بہ از عروج معارج حیات مع اقتران
طعن لسان اقران شعر و نحن اناس لا توسط بیننا - لنا الصدر دون العالمین او القبر
یہون علینا فی المعالی نفوسنا - و من خطب الحسناء لم یغلہ المہر - زیادت برین امواج
حروف تراکم و رلجہ بحر معانے متلاطم نساخت و شمع موعظت خورشید اشراق
بر لگن الفاظ در انجمن اشتغال نسوخت ہموارہ تیر فکرش از کمان ضمیر بر عین غرض ر

واصل ہا دو شکر ظفر اثر ش در وسط بیجانگر نازل ہمین بن یحق الحق ویبطل الباطل فقط

فن زراعت

خواجہ جہان کی علمی قوت صرف انشاء پردازی ہے ختم نہوئی تھی بلکہ وہ عملی طور پر ایسے ایسے میدانون مین بھی انسان کے امن و آسایش و عیش و آرام کے لئے مفید ہین بار آور ہوئی تھی - خواجہ جہان منجملہ دوسرے فنون کے فن باغبانی سے اچھی واقفیت رکھتا تھا - اوس نے موجودہ میوئونکو ترقی دی اور اعلی درجہ کے امرود اور کئی قسم کے انگور لگائے اور بعض نئی چیزون کی کاشت بھی شروع کی ہندوستان مین یہ ایک مشہور بات ہے کہ زعفران کی کاشت کے لئے خطۂ کشمیر مخصوص ہے لیکن خواجہ جہان نے بیدر کی زرخیز زمین مین صلاحیت دیکھکر زعفران کی کاشت کی - اس زمانہ مین بیدر مین نام کو بھی زعفران نہین ہوتی لیکن اگر سرکار عالی توجہ کرے تو کیا عجب ہے کہ اس قیمتی چیز کی کاشت سے پھر ملک و رعایا کو فایدہ پہونچنے لگے [1]۔

ہمعصرون کی قدردانی

خواجہ جہان کی جیسی قدر کہ دربار بہمنیہ مین تھی اوسکی اعادہ کی کچھہ ضرورت نہین ہے لیکن معلوم ہوتا ہے کہ سلاطین عراق و خراسان بھی اوسپر فیاضانہ نظر التفات رکھتے تھے - سلطان حسین مرزا بادشاہ ہرات کا شوق تو یہان تک بڑھا کہ اوس نے مولانا سید کاظم کو جو اوس زمانہ کے مشاہیر سے تھا قندہار و لاہور کی راہ سے

(۱) تاریخ فرشتہ -

اوسکی طلبی مین سفیر کرکے بہیجا مگر محمد شاہ خواجہ جہان جیسے شخص کو کہان بہوڑتا تہا آخرکار
محمود گاوان کو سید کاظم کو مایوس واپس کرنا پڑا مگر اوسکے ہاتہ بادشاہ ہرات کے
لئے بہت سے قیمتی تحفے بہیجے لیکن سید کاظم راہ ہی مین شیراز بہونچکر فوت ہوگیا اسلئے
اون تحایف کا بہی اوسی کے ساتہ قصہ تمام ہوا۔

انکسار ایک مرتبہ محمد آباد بیدر کے قلعہ ارک کے قصر مین خواجہ جہان محمود گاوان
سلطان محمد شاہ کی مجلس مین بیٹہا تہا کہ اتنے مین ایک گائی ڈکرانے لگی۔ حاضرین مین سے
ایک شخص نے محمود گاوان سے شوخی سے دریافت کیا کہ "ای آصف جاہ یہہ گائی کیا
کہتی ہے" خواجہ جہان نے جواب دیا کہ "یہ کہتی ہے کہ تو تو ہم مین سے ہے سلطان
کی مجلس مین کیا کرتا ہے" محمد شاہ یہ سنکر بہت ہنسا اور کہنے لگا کہ مجکو اپنے ماسبق
شاہان بہمنیہ پر یہ ترجیح ہے کہ میرے دربار مین خواجہ جہان جیسا نوکر ہے جو کبہی کسی کو
نصیب نہین ہوا۔

خواجہ جہان کی شہادت خواجہ جہان محمود گاوان کو اپنے انجام کی خبر ایک عجیب
طرح سے ہوئی تہی۔ جب اوسکو خواجہ جہان کا خطاب ملا ہے تو وہ اکثر کہا کرتا تہا
کہ "سلطان علاءالدین بن احمد شاہ بہمنی کے زمانہ مین سب سے پہلے یہ خطاب خواجہ
مظفر علی استرابادی کو ملا تہا جسکو چند ہی روز بعد شاہزادہ محمد خان نے قتل کیا

اوسکے بعد خواجہ جہان ترک کا نمبر آیا جسکا انجام بھی ظاہر ہے - پس معلوم نہین کہ میرا
حال کیا ہوگا - حیرت کی بات ہے کہ اوسکا یہ خیال بے بنیاد ثابت نہین ہوا - یہ تو
معلوم ہو ہی چکا ہے کہ خواجہ جہان کو ایک عرصہ سے امور سلطنت مین جزو کل کا
اختیار حاصل تھا اور گو وہ بادشاہ نہ تھا مگر عملی طور پر کوئی کام اوسکے بلا مشورہ اور
خلاف رائے ہوتا تھا - ایشیائی دربارون مین اگرچہ یہ مرتبہ قابل رشک
ہے لیکن اوسکے ساتھ پر خطر بھی بہت ہے - جو لوگ کہ ظاہری نظر سے دیکھنے والے
ہین وہ تو یہ سمجھتے ہین کہ اوس شخص سے بہتر کس شخص کی حالت ہوگی جس کے ہاتھ مین
حکومت ہے دولت ہے ثروت ہے جو خیال دل مین آتا ہے پیدا ہوتے ہی پورا ہو جاتا
ہے بادشاہ اوسکے اشارون پر چلتا ہے خلقت اوسکی حلقہ بگوش ہے - لیکن اگر اوس شخص
کے دل کو چیر کر دیکھو تو معلوم ہوگا کہ وہ اکثر اوس زمانہ کو حسرت کے ساتھ یاد کیا کرتا ہے
جبکہ وہ چاہ گمنامی مین غرق تھا اور اگر کوئی نظر اوس پر اتفاق سے پڑ جاتی تھی تو
وہ رشک و حسد سے معرّا ہوتی تھی اور اوسکی خوشی اور بہبودی خود اوسکی کوشش پر
منحصر تھی نہ کہ کسی کی متلوّن نظر کے التفات پر - اگر ایسا شخص تمام اقتدارات کا
مرجع ہوتا ہے تو اوسی کے ساتھ زہریلے نگاہون اور بدباطن سازشون کا ہدف بھی ہوتا ہے
اور سیکڑون کوششین جنکے رخ کا پہچاننا اور نوعیت کا سمجھنا دشوار ہو اوسکی مخالف

ہوتی ہین خواجہ جہان محمود گاوان کو جب یہہ قابل رشک رتبہ حاصل تھا تو اوسکے
ساتھہ یہ تمام اندیشہ ناک خطرے بھی درپیش تھے - لیکن اوسکی مشکلین یہین ختم ہوئی نہین
دکن اوسکا وطن نہ تہا - اسلئے وہ کثیر گروہ جو دکن کو اپنا وطن سمجہتا تھا اوسکو ظاہر مین خوف
مگر باطن مین حقارت کی نظر سے دیکہتا اور دل ہی دلمین سمجہتا تہا کہ وہ اونکے حقوق
کا غاصب اور خود مختاری کو خاک مین ملانے والا ہے - اگر حقیقی نظر سے دیکھا جائے تو
محمود گاوان نے اپنے طرز عمل سے پوری طرح پر ثابت کر دیا تہا کہ وہ ملک کا دلی
خیرخواہ اور اہل ملک کا سچا ہمدرد ہے - لیکن ایسی حق پرست ناظرین ملک مین
کتنی ہوتی ہین اور جو ہوتی ہین کیا اونکو ناقص جذبات جنمین ہوس دنیا اور حسد کا
خمیر ہوتا ہے خیرہ نہین کر دیتے - حسد وہ بلاے بے درمان وہ غول بیابانی
ہے کہ جس آنکہہ سے اوسکی زہر آلود آنکھین مقابل ہوتی ہین اوسکو ہمیشہ کے لئے
اندہا کر دیتی ہین اور جس کان مین اوسکی حق ناشناس آواز اپنا اثر کر جاتی ہے پہر
اوس مین کسی دوسری آواز کے جانیکی صلاحیت باقی نہین رہتی - اس سبب سے
یہ مستبزاد تہا کہ خواجہ جہان نہ صرف آفاقی اور بادشاہ کا معتمد خاص تھا بلکہ رفارمر
بھی تھا - بدقسمتی سے اوسکی رائے مین خواہ صحیح ہو یا غلط ملک کی حالت محتاج
اصلاح تہی اور اصلاح بھی ایسی جس سے ذی اقتدار لوگون کا اقتدار گہٹے حوصلہ مندیکے

حوصلہ پست ہون اور شورہ پشتی کا دروازہ ہمیشہ کے لئے بند ہوجاے اور یہ اور غضب ہوا کہ بادشاہ اوسکی سنتا تہا اور اسوجہ سے جو کچھ اوسکا خیال تہا پورا بھی ہوگیا اس آخری گھونٹ کے مقابلہ مین تو پہلے سب گھونٹ گو وہ بھی تلخی مین کم نہ تھے آب کوثر کا حکم رکھتے تھے - یہ ایسا زخم تہا کہ جسکے اندمال کی کوئی صورت ہی نظر نہ آئی تھی - قاعدہ ہے کہ ایک روش پر چلنے کی عادی طبیعتین کچھ ایسے خود فراموشی کے عالم مین غرق ہوجاتی ہین کہ اپنے طرف سے تو کبھی اصلاح کے خیال کو دلمین آنے ہی نہین دیتین اور اگر کوئی دوسرا شخص ایسا خیال دلاتا ہے تو اوسکی ضرورت تو تسلیم نہین کرتین لیکن اسکا کچھ اثر نہین ہوتا اور وہ خیال معقولیت کے درجہ کو پہونچ جاتا ہے تو اوسکا شکریہ ادا کرتی ہین اور جب وہ ابہی خیالی ہی اور وہ خیال تخیل کے درجہ سے آگے بڑہکر عملی قالب مین جلوہ گر ہوتا ہے تو خلایق کو اوسکے مفروضہ قبیح نتایج سے ڈراتی ہین جب یہ کوشش بہی کارگر نہین ہوتی تو تمام غصہ و مایوسی کا وبال اوس بدقسمت شخص کے سرپر ٹوٹ پڑتا ہے جس سے بظاہر وہ اصلاح منسوب ہوتی ہے اگرچہ بہی اصلاحون کو یہ مدارج طے کرنی پڑتی ہین لیکن جن سے کسی حاصل شدہ حق پر اثر پڑتا ہے اونکی تو بڑی ہی مشکل ہے - پالیٹکس کا یہ ایک مسلم اصول ہے کہ کسی حاصل شدہ حق مین دست اندازی

کرکے کامیابی کی امید رکھنا سادہ لوحی پر دلالت کرتا ہے اور اسوجہ سے دور اندیش مدبر جب اس خطرناک میدان مین قدم رکھتے ہین تو آہستہ آہستہ ایسی چال سے چلتے ہین کہ کسیکو محسوس نہو۔

خواجہ جہان محمود گاوان نے جو اصلاحین کین اونکا میلان یہہ ضرور تہا کہ بادشاہی حکومت قوی اور امرا کے ہاتھہ کمزور ہون بہت سے لوگ تو اوس سے اسوجہ سے ناراض ہوئے کہ اون کے اختیارات کا خاتمہ ہوگیا اور بہت سے لوگ جو انقلاب سے فایدہ اوٹھانیکی امید مین بیٹھے ہوئے تھے وہ اپنی آرزوئین مایوس ہوکر اوسکے دشمن بن گئے۔ لیکن جو شخص کہ ان اصلاحون سے سب سے زیادہ ناراض ہوا وہ اوسکا قدیمی دست گرفتہ ملک حسن نظام الملک بحری تھا۔ خواجہ جہان کی اصلاحون سے پیشتر نظام الملک صوبہ تلنگانہ کا طرفدار تھا لیکن جب خواجہ جہان نے تلنگانہ کو دو صوبون مین تقسیم کیا تو راجمندری کا سرحدی صوبہ نظام الملک کے تفویض ہوا اور ورنگل کا طرفدار اعظم خان بنایا گیا۔ نظام الملک کو یہہ نہایت ہی شاق گذرا اور اوسکا اس سے اور بھی بڑہ گیا کہ خواجہ جہان نے جو قوت کے منتشر رکھنے کے فوایدسے بخوبی واقف تہا اوسکے بیٹے ملک احمد کو ہوشیار و حوصلہ مند پاکر باپ سے علحدہ کردیا اور سرحدی منصب دیکر صوبہ ماہور مین خداوندخان حبشی کے تحت مین جاگیر دی۔

نظام الملک بھی ایک تربیت یافتہ درباری تھا اوس نے یہ حالت دیکھکر محمد شاہ سے عرض کیا کہ خانہ زاد حضور اقدس و اعلیٰ کے قدوم میمنت لزوم سے جدا ہونا نہین چاہتا سرحدی مہمون کے سر کرنے کے لئے بندہ زادہ کافی ہے غلام اپنی طرف سے اوسکو راجمندری کی سرلشکری پر مقرر کردیگا" بادشاہ نے بھی اس بات کو معقول سمجھکر پسند کیا اور خواجہ جہان کو بجز سواے تعمیل کے چارہ نہوا۔ رنجش کی ابتدا تو یہی تھی لیکن امتداد زمانہ کے ساتھ وہ بھی بڑہتی گئی۔ نظام الملک جو اشیائی درباروں کا پرورش یافتہ تھا پولیٹکل سازشوں کے پوشیدہ راز اوس سے پنہان نہ تھے اوس نے ظریف الملک دکنی اور مفتاح حبشی سے جو بادشاہ کے مقرب تھے اتحاد پیدا کیا اور انہوں نے یک رائی ہوکر غلامان شاہی کو جنپر بادشاہ کا خاص التفات تھا ملایا اور انکو سمجھا دیا کہ وہ کبھی کبھی موقع پیدا کرکے خواجہ جہان کی شکایت کرتے رہین جبتک کہ خواجہ جہان اور یوسف عادل خان جسکو اوس نے متبنّے کیا تھا بادشاہ کے قریب رہے اوسوقت تک تو کسی سازش نے اثر نہ کیا لیکن جب یوسف عادل خان کو بادشاہ نے مہم بیجانگر پر بھیجدیا اوس وقت سازشون کی خوب بن پڑی۔ ان لوگون نے یہہ چال کی کہ خواجہ جہان کے ایک غلام سے جسکے پاس اوسکی مُہر رہتی تھی دوستی پیدا کی اور زر و جواہر اور قسم قسم کے عمدہ عمدہ گھوڑے دیکر اوسکو اپنا شرمندۂ احسان

بنایا - ایک روز ظریف الملک اور مفتاح حبشی نے مجلس شراب گرم کی اور اثنائے صحبت مین ایک کاغذ نکالکر کہنے لگے کہ یہہ ہمارے فلان دوست کی برات ہے اکثر عہدہ داران دیوانی کی مہرین اوسپر ثبت ہین اگر خواجہ جہان کی بھی مہر لگجاتی تو کیا اچھا ہوتا غلام تو پہلے ہی سے مدہوش تھا اوس نے بلا اوسکے کہ پورا کاغذ کہولکر دیکھے یا پڑھے جس مقام پر ظریف الملک نے بتایا بے تکلف مہر لگا دی اور کمبخت یہہ نہ سمجھا کہ یہہ برات نہین ہے بلکہ اوس آقا کا پروانۂ اجل ہے جو اوسکو اولاد سے زیادہ عزیز رکہتا تھا - ظریف الملک اور مفتاح حبشی نے جب دیکھا کہ چال چلگئی تو دوڑے ہوئے ملک حسن نظام الملک بحری کے پاس گئے اور اوسکے مشورہ سے اوس کاغذ سادہ کو خواجہ جہان کی طرف سے مندرجہ ذیل مضمون راے اوڑیسہ(۱) کے نام لکھکر روسیاہ کیا -

"محمد شاہ کی شرابخواری اور ظلم نے ہم سب کو اوس سے بددل کر دیا ہے اور آپ کی ادنی توجہ مین دکن کی فتح ممکن ہے کیونکہ سرحد پر کوئی ہوشیار افسر موجود نہین ہے جسوقت آپ بخوف وخطر اپنے لشکر کے ساتھ مملکت دکن مین

(۱) ماثر برہانی مین راجہ بیجانگر درج ہے - مگر یہہ خلاف قیاس ہے اس لئے کہ راجہ بیجانگر کے مقابلہ مین اوس زمانہ مین خود یوسف عادل خان موجود تھا حالانکہ خط مین یہ درج ہے کہ سرحد پر کوئی ہوشیار افسر موجود نہین ہے -

داخل ہوجائینگے تو چونکہ اکثر امرا میرے کہنے سے باہر نہین ہین مین بھی ہر طرف سے مخالفت کھڑے کردونگا اور بادشاہ کو نکال باہر کر دینے کے بعد مملکت دکن کو آپسمین بانٹ تقسیم کر لینگے "

جب یہہ کارستانی ہو چکی تو ظریف الملک اور مفتاح حبشی ایسے وقت حاضر دربار ہوئے کہ جسوقت ملک حسن نظام الملک بحری باریاب تھا اور انہوں نے موقع پاکر اُس پُر فریب مُراسلہ کو بادشاہ کی نظر سے گزرانا - سلطان محمد شاہ خواجہ کی مُہر پہچانتا تھا وہ اوسکو دیکھکر بہت ہی پریشان ہوا اور ملک حسن نظام الملک بحری نے فرصت کو غنیمت سمجھکر ایسی ایسی موحش باتین کہین کہ جنسے بادشاہ کی آتش غضب اور بھی مشتعل ہوئی اور اوسکی نظر التفات کا وہ باریک ڈورا جو خواجہ جہان کا رشتۂ حیات تھا منقطع ہوگیا - اوسوقت کوئی ایسا شخص بھی موجود نہ تھا جو بادشاہ کے غصّہ کو ٹھنڈا کرتا - خواجہ جہان کی قدیم قدردان ملکہ مخدومہ جہان پہلے ہی ۸۸۳ھ مین فوت ہوچکی تھی اور اوس عالیشان مقبرہ مین بیخبر سو رہی تھی جو ابھی تک موجود ہے (۱) یوسف عادل خان اور دوسرے اُمرا آفاقی جو خواجہ جہان کے دوست اور بادشاہ رس تھے مہم بیجانگر پر تھے - غرضکہ بادشاہ نے برہم ہو کر بلا سوچے سمجھے

(۱) یہہ مقبرہ بشکل گنبد بہئیت مربع ہے جسکا ہر ضلع پندرہ گز اور ارتفاع پچیس گز ہے - تاریخ بیدر مصنفہ اسد اللہ شاہ صاحب مین درج ہے کہ اوسکی تیاری مین قریباً چار لاکھ روپیہ صرف ہوا تھا - اخبار الاخبار -

اور بغیر کسی قسم کی تحقیقات کے خواجہ جہان کو طلب کیا خواجہ جہان کے رفیق بھی
بےخبر نہ تھے اونھون نے خواجہ پر تحقیقات حال ظاہر کرکے مشورہ دیا کہ آپ آج تو ندا
کے لئے نہ جائین جلے ہو سکے ٹال دین لیکن خواجہ جہان اپنی بیگناہی کے نشہ مین
ایسا چور تھا کہ اوس نے کسیکی بات بھی نہ سنی اور یہ شعر جو اوس زمانہ مین اکثر اوسکے
ورد زبان رہتا تھا پڑھا ۔ ؎ چون شہید عشق در دنیا وعقبیٰ سرخرو است *
خوش دمی باشد کہ مارا کشتہ زین میدان برند ۔ اور جوش مین آکر کہنے لگا کہ "یہ بال
جو محمد شاہ کے باپ ہمایون شاہ کی خدمت گزاری مین سفید ہوئے ہین اگر محمد شاہ
کی بدولت خون کے خضاب سے رنگین ہون تو موجب سرخروئی ہے ۔ میرے
کئے سے کیا ہوتا ہے جو قسمت مین لکھا ہے وہ ہر حال مین پیش آئیگا"
چند بڑے بڑے اُمرا نے جو خواجہ جہان کے رفیق تھے کہلا بھیجا کہ حالت دگرگون
ہے ہزار سوار موجود ہین اگر آنجناب گجرات کا قصد فرمائین تو ہمراہ رکاب
چلنے کو ہم بھی حاضر ہین مگر خواجہ جہان کو یہ کب باور آسکتا تھا کہ بادشاہ دم بھر
مین اوسکی تمام عمر کی خدمات وہ وفاداری کو بھول جائیگا اور اگر باور آیا تو اوس نے
اب آخری وقت مین جان چھپا کر بھاگنے کو اپنے شان کے خلاف سمجھا اس لئے
اوس نے اونکو جواب مین کہلا بھیجا کہ "مجھکو اس سرکار ابد پائدار کی خدمت مین

برسون گذر گئے اور اوسکے زیر سایہ ایک عمر سے بعیش و عشرت زندگی بسر کر رہا ہون
کبھی مجھسے کوئی خطا ظہور مین نہین آئی یہہ کب ممکن ہے کہ بادشاہ فقط میرے دشمنون
کی تہمت باندھنے پر بلا تحقیقات دریافت میری دغابازی کا یقین کر لے اور بالفرض اگر
اوس نے ایسا کیا بھی تو اوس کے غصہ کو برداشت کرنا اس آخری وقت مین نمک حرامی
کرنے پر ہزار درجہ ترجیح رکھتا ہے - یہہ کہکر اوسی وقت سلطان محمد شاہ کی
خدمت مین حاضر ہو گیا - محمد شاہ نے دیکھتے ہی دریافت کیا کہ "اگر کوئی شخص اپنے
آقا کے ساتھ نمک حرامی کرے اور یہہ امر پایۂ ثبوت کو پہونچ جاے تو اوسکی
کیا سزا ہے" خواجہ جہان نے نہایت اطمینان سے جواب دیا کہ "اگر پایۂ
ثبوت کو پہونچ جاے تو ایسے بدبخت کی سزا سواے شمشیر آبدار کے کیا ہوگی"
یہہ سنکر بادشاہ نے خواجہ جہان کو وہ خط دکھایا - خواجہ جہان نے دیکھکر آیت
"سبحانک ہذا بہتان عظیم" پڑھکر کہا کہ "میری مہر تو بیشک ہے مگر خط میرا
نہین ہے" اور اپنی بیگناہی پر حلف اوٹھایا - مگر بادشاہ تو پہلے ہی سے شراب
سے بدمست اور غصہ مین بھرا بیٹھا تھا اوس کے دلپر ایسی باتون کا کیا اثر ہوتا تھا
آخر کار اوس نے اپنے غلام جوہر نامی کو خواجہ جہان کے قتل کا حکم دیا اور
خود اوٹھکر محل سرا کی طرف چلا - خواجہ جہان سے اب تو نہ رہا گیا اوس نے

سلطان سے مخاطب ہو کر کہا کہ مین تو عمر طبعی کو پہونچ چکا ہون اگر آج قتل نہوا تو کل اپنی موت سے مر جاؤنگا مگر میرا قتل ملک کی تباہی اور حضور کی بدنامی کا موجب ہوگا بادشاہ نے اسکا کچھ جواب نہ دیا اور سیدھا محل مین گھستا ہوا چلا گیا - خواجہ جہان کے دل پر بادشاہ کی احسان فراموشی اور ناحق کشی کا خواہ کچھ ہی اثر ہوا ہو لیکن وہ اسکے جاتے ہی دوزانو رو بقبلہ بیٹھکر کلمہ لا اله الا الله محمد رسول الله پڑہا جوہر غلام تو بادشاہ ہی کا منتظر تھا اوس نے ادہر تو بادشاہ گیا اودھر غلاف سے تلوار نکالکر بلند کی اور جب اوسکے خون کی پیاسی چمک خواجہ جہان کو محسوس ہوی تو "الحمد لله علی نعمة الشهادة" زبان سے بے اختیار نکلا اور ابھی یہہ کلمہ ختم نہوا تھا کہ وار اپنا کام کر گیا اور وہ سر جسکو مدت سے بادشاہ پر نثار ہونیکی تمنا تھی گردن سے جدا ہو کر زمین پر گرا -

یہ ایسی خوشگوار موت تھی جسکی ہر مسلمان کو تمنا ہوتی ہے اور خواجہ جہان کے لئے تو اور بھی دلپسند تھی کہ اوس نے پیری و صد عیب کا ایک منٹ مین فیصلہ کر دیا انا لله وانا اليه راجعون - یہہ واقعہ جانکاہ کندپور یلی مین پنجم ماہ صفر سنہ ۸۸۶ھ مطابق ۱۴ اپریل سنہ ۱۴۸۱ء کو ہوا اور اوسوقت اوسکی عمر ۷۶ سال کی تھی یہہ عجیب بات ہے کہ خواجہ جہان نے مرنے سے دس برس پہلے محمد شاہ کی مدح مین ایک قصیدہ کہا تہا جسکے دو اشعار یہہ ہین -

شد شکل ضرب تیغت بر دوش جان حمائل	ہیکل ز حرز سیفی وانگہ ہراس ایل
تیغ تو آب حیوان مردم ز حسرت آن	آرے بعہد من شد آب حیات قاتل

ملا عبد الکریم ہمدانی نے اوسکی شہادت کی نسبت دو قطعہ تاریخ کہے جو ذیل مین درج ہین

قطعہ

شہید بیگنہ محمود ہم مطلق	کہ عالم را ز جودش بود رونق
وگر خواہی تو تاریخ وفاتش	فرو خوان قصہ قتل بناحق ۸۸۶ھ

قطعہ ثانی

سال فوتش گر کسے پرسد بگوی	بیگنہ محمود گاوان شد شہید ۸۸۶ھ

اور سامی نے جو اوس کا ندیم اور ملازم تھا یہہ تاریخ کہی ۔

قطعہ

چون خواجہ جہان راہرگز حرامخواری	در دل نبود میکرد پیوستہ جانسپاری
گشت او شہید مغفور ای سامی تحقیق	تاریخ کشتن او جواز حلال خواری ۸۸۶ھ

محمد شاہ کا غصہ محمود گاوان کی شہادت ہی پر ٹھنڈا نہین ہوا بلکہ تمام لشکر مین منادی کر دی کہ جو شخص چاہے سواے ہاتھی گھوڑون اور اسباب خاصہ کے خواجہ جہان کے مال کو لوٹے ۔ یہہ سنکر جو امیر خواجہ جہان کے تابع تھے وہ

بھاگ کھڑے ہو گئے مگر راستے ہی مین خبر پہونچی کہ بادشاہ اون کے بھی قتل کی فکر مین ہے اس لئے وہ سب فوراً منتشر ہو گئے اور اونمین سے اکثر یوسف عادلخان کے پاس چلے گئے اور لشکری اور بازاریون نے جو خواجہ جہان کی زندگی مین اوسکے سامنے سر جھکاتے اور اوسکی فیاضی سے پرورش پاتے تھے موقع پاکر دم بھر مین اوسکے تمام مال و اسباب کو خاک مین ملا دیا - معلوم ہوتا ہے کہ خواجہ جہان کو رعایا مین ایسی ہر دل عزیزی کا درجہ حاصل تھا کہ محمد شاہ نے خواجہ کے قتل کے بعد ایک طول طویل فرمان جاری کیا جسمین بہت تفصیل سے اوسکے قتل کی وجوہ لکھے تاکہ رعایا بادشاہ پر الزام نہ لگاسکے[1] - جب بادشاہ نے خواجہ جہان کے نوکرون کو بلاکر روپیہ کی طمع مین خواجہ جہان کا اندوختہ بتانے کے لئے اونپر ہر قسم کی سختی کی تو معلوم ہوا کہ اوسکے خزانہ مین صرف تین سو لاری[2] موجود ہین اور سوا ساڑھے تین ہزار کتابون کے جو طالب علمون کے لئے وقف ہین کچھ نہین ہے اور یہہ کہ خواجہ جہان اپنی زندگی اسطرح بسر کرتا تھا جسطرح کہ اہل اللہ کرتے ہین یہہ سنکر بادشاہ کی آنکھین کھلین اور اوسکو معلوم ہوا کہ اوسکے حق ناشناس ہاتھون سے

(۱) مآثر بہمنی -

(۲) لاری ایک قدیم چاندی کا سکہ ہے جو ۵۰ر کے برابر ہوتا ہے -

ایسی جان لی ہے جو صاحب جان سے زیادہ خود اوسکے حق مین مفید تھی مگر اب کیا ہوتا تھا - وہ قیمتی جان جو ایک دفعہ کالبد خاکی سے جدا ہو چکی تھی واپس نہ آسکتی تھی لیکن بادشاہ نے پھر بھی اتنا کیا کہ خواجہ جہان کا تابوت باعزاز و اکرام محمد آباد بیدر کو روانہ کیا اور تیسرے روز تمام امرا و ارکان دولت کو بہمراہی شاہزادہ محمود خان خواجہ جہان کی زیارت مین بھیجا - خواجہ جہان محمود گاوان ایک پختہ تالاب کے پاس جو اوس نے رفاہ خلایق کی غرض سے بنوایا تھا دفن ہوا اور ایک عالیشان مقبرہ جو اوسکے متوسلین و معتقدین نے تعمیر کیا تھا آجتک موجود ہے - جوہر غلام کی خونخوار تلوار کا وار خواجہ جہان کی گردن پر نہ پڑا تھا بلکہ سلطنت بہمنیہ کے استحکام کی جڑ پر لگا تھا یہہ خواجہ جہان ہی کے مضبوط قدم تھے جو فتنہ و فساد اور مخالف ولولون کی شر انگیز گردنکو ایسا دبا ہوئے تھے کہ ہل نہ سکتی تھی اور جب وہ بیجان ہو کر قبر کی جی بٹھا دینے والی تاریکی مین غایب ہو گئے تو ہر طرف شورش برپا ہو گئی - کسی بڑے شخص کا ذی اقتدار ہونا جسقدر کہ ملک کے حق مین مفید ہے اوسیقدر مضر بھی ہے - ایشیائی حکومتون مین جہان شخصی راے و تدبیر سب کچھہ ہے زبردست حکومت اور طوائف الملوکی مین صرف دو چار ہی قدم کا فاصلہ ہوتا ہے - جب تک ایک زبردست ہاتھہ موجود رہتا ہے اوسوقت تک سب مخالف اجزا ایک ذات معلوم ہوتے ہین لیکن اگر بادشاہ خود ہیچ اور ناقدر شناس ہوا

اور اوس بڑے شخص نے اپنا سچا جانشین بچھوڑا اور چھوڑتا اوس کے اختیار مین بھی
نہین ہوتا تو تمام اجزا پریشان اور قدیم مخالفتین زور و شور کے ساتھ نمودار ہو جاتی
ہین جو انجام خلافت بنی امیہ کا اندلس مین حاجب المنصور کے مرنیکے بعد ہوا وہی
کیفیت دکن مین بھی خواجہ جہان کی شہادت کے بعد سلطنت بہمنیہ کی ہوئی۔
خواجہ جہان کی آنکھہ بند ہوتی ہی ذی اقتدار الوالعزم لوگون کے خودغرض حوصلے
مخالفت کی شکل مین نمودار ہوے اور چونکہ سب کے سامنے محمود گاوان کی عمر بھر کی
وفاداری و خدمتگزاری کا صلہ موجود تھا اس لیے ہر شخص نے خیرخواہی سلطنت سے
قطع نظر کر کے اپنی بہبودی کو مقدم سمجھا چنانچہ سات [illegible] مین سلطنت بہمنیہ
کا ڈیڑھ سو برس کی زبردست حکومت کے بعد خاتمہ ہوا [illegible] س کی طرح اوسکے
خاک سے پانچ آزاد خودمختار [illegible] پیدا ہوگئی ہین۔ لیکن سلطنت بہمنیہ کے خاتمہ
کے ساتھہ ہی اس مختصر کتاب کا بھی خاتمہ ہے فقط

